حضور امین شریعت کے مضامین کا ایک حسین گلدستہ

مضامین امین شریعت

حسب فرمائش: نبیرۂ امین شریعت حضرت سفیان میاں صاحب قبلہ

خادم امین شریعت

مولانا اشرف رضا قادری

۹۲/۸۶ء

حضور امین شریعت

کے

مضامین کا ایک حسین گلدستہ

مضامین امین شریعت

صاحب مضامین

ولئ کامل حضور امین شریعت نبیرۂ اعلیٰ حضرت واستاذ زمن

شبیہ مفتی اعظم ہند، جگر گوشہ حسنین رضا خاں

حضرت علامہ ومولانا الحاج الشاہ حکیم سبطین رضا خاں

صاحب بریلی شریف

خادم امین شریعت

مولانا اشرف رضا قادری

جملہ حقوق بحق مرتب محفوظ

نام کتاب - مضامین امین شریعت

مرتب - مولانا اشرف رضا خاں

تصحیح - مفتی شاکر علی مصباحی

سن اشاعت - ۲۰۱۲ء ۱۴۳۳ھ

تعداد اشاعت - ۱۰۰۰ باردوم

صفحات - ۱۹۲

قیمت - ۱۰۰

ناشر - امین شریعت اکیڈمی رائے پور ۳۶ گڑھ

ملنے کا پتہ - دار العلوم امین شریعت کانکیر ۳۶ گڑھ
انجمن محبان رضا بلودا بازار چھتیس گڑھ
09826124459

مضامین امین شریعت

بفیض روحانی

برادر حضور اعلیٰ حضرت، استاذ زمن حضرت علامہ و
مولانا حسن رضا خاں حسن بریلوی علیہ الرحمہ
و
استاذ العلماء، جگر گوشہ استاذ زمن و خلیفہ اعلیٰ حضرت
حضرت علامہ و مولانا حسنین رضا خاں
صاحب علیہ الرحمہ

نبیرۂ اعلیٰ حضرت و استاذ زمن، شبیہ مفتی اعظم ہند،
جگر گوشہ حسنین رضا خاں، حضور امین شریعت،
پیر طریقت، حضرت علامہ الحاج الشاہ سبطین رضا خاں
صاحب بریلوی

شرف انتساب

شیخ الاسلام والمسلمین، حجۃ اللہ فی الارضین الشاہ
امام احمد رضا خاں کے اس لخت جگر کے نام

جسکے زیر سایہ کرم رہکر حضور امین شریعت
علوم دینیہ سے آراستہ ہوئے
جسکی تلوؤں کی برکت نے حضور امین شریعت کو
اپنا ہم شبیہ بنا دیا
جسکی محبت کا یہ عالم کہ خلافت عطا فرماتے وقت
الولد العزیز (پیارا بچہ)

جیسے پیارے القاب سے نوازا۔ یعنی تاجدار اہلسنت
شہزادۂ اعلیٰ حضرت حضرت علامہ الشاہ محی الدین آل رحمٰن
محمد مصطفٰے رضا خاں علیہ الرحمہ جسے سارا عالم شبیہ غوث اعظم،
مفتی اعظم اور تاجدار اہلسنت جیسے عظیم الشان
القاب سے یاد کرتی ہے۔

نذر عقیدت

ان دو مشفق ومہربان شہزادوں کے نام

یعنی

شہزادگان امین شریعت

داماد تاج الشریعہ حضرت علامہ الحاج محمد سلمان رضا خاں

صاحب قبلہ بریلوی

مترجم کنز الایمان حضرت علامہ الحاج محمد نعمان رضا خاں

صاحب قبلہ بریلوی

جنکی دعاؤں، شفقتوں اور محبتوں نے فقیر کو اس لائق بنایا۔

احقر محمد اشرف رضا خاں غفرلہ

تقریظ

حضرت علامہ مولانا مفتی محمد شاکر علی مصباحی خطیب وامام
جامع مسجد کانکیر شریف ۳۶ گڑھ

تقریر وتحریر تبلیغ کے دو بہترین ذرائع ہیں۔ ہمارے اسلاف کرام نے دونوں کو برتا ہے۔ کسی نے تقریر کے ذریعہ تبلیغی فریضہ انجام دیا تو کسی نے تحریر کے ذریعہ اذہان وقلوب کے قلعے فتح کیئے۔ حضور امین شریعت ان بزرگوں میں سے ایک ہیں جنہوں نے تقریر وتحریر دونوں میدان میں گھوڑے دوڑائے ہیں۔ جہاں آپکی تقریر سے ہزاروں گم گشتگان راہ، راہ پر آئے وہیں آپکی تحریر نے رشد وہدایت کے کتنے گل بوٹے کھلائے۔ آپکے انہی قیمتی تحریری اصلاحی شہہ پاروں کو جو مختلف کتب ورسائل کی زینت تھے ایک لڑی میں پرونے کی سعادت عزیز اسعد حضرت مولانا محمد اشرف رضا سلمہ کے حصے میں آئی۔ عزیز موصوف ایک متحرک، باذوق اور خوش طبع

جواں عالم ہیں۔ حضور امین شریعت سے شرف بیعت اور اس ناچیز راقم الحروف سے تلمذ رکھتے ہیں۔ انہوں نے مضامین کے ساتھ ساتھ صاحب مضامین حضور امین شریعت کی مختصر سوانح بھی شامل اشاعت کی ہے تاکہ قارئین مضامین و صاحب مضامین دونوں سے بیک وقت فیضیاب ہوسکیں جو بجائے خود ایک اچھی کوشش ہے ۔رب قدیم مولینا کی اس کوشش کوٹھکانے لگائے اور مولانا کے علم وعمر میں روز افزوں ترقی دے۔ آمین بجاہ سید المرسلین علیہ وعلیہم التحیۃ والتسلیم۔

خاکپائے مفتی اعظم ہند

شاکر علی رضوی مصباحی

خطیب وامام جامع مسجد کانکیر شریف ۳۶ گڑھ

۲۹/ ربیع الآخر ۱۴۳۳ھ بروز جمعہ مبارکہ ۲۳/ مارچ ۲۰۱۲ء

اپنی بات

الحمد للہ حضور امین شریعت کے مختلف مضامین کا حسین گلدستہ قارئین کی خدمت میں پیش کرنے کی دلی تمنا پوری ہوئی ۔زیر نظر کتابچے میں حضور امین شریعت کے وہ مضامین یکجا کئے گئے ہیں جو حضرت نے مختلف مواقع پر قلمبند فرمائے ہیں ۔اور چونکہ اللہ والوں کی زندگیاں قوم کے لئے مشعل راہ ہدایت ہوا کرتی ہیں اسلئے ساتھ میں صاحب مضامین ولئ کامل حضور امین شریعت کی مختصر سوانح حیات جو فقیر راقم الحروف نے قلمبند کی ہے۔درج کی جاتی ہیں۔

مگر چونکہ یہ کار عظیم صاحب علم وفن کا حصہ ہے اور اپنا حال تو یہ ہے کہ من آنم کہ من دانم اسلئے بارہا قلم اٹھا کر رکھنا پڑا بالآخر نواسۂ امین شریعت عزیزم حماد رضا سلّمہٗ کے پیہم اصرار پر کمر ہمت باندھکر میدان میں اترنا ہی پڑا۔پھر تو بفضلہٖ تعالیٰ شہزادگان امین شریعت کی

خصوصی عنایت وتوجہات سے کام جتنا سخت تھا اتنا ہی آسان ہو گیا۔ اب میں اپنی کوشش میں کہاں تک کامیاب ہوں اسکا فیصلہ قارئین پر چھوڑ کر اپنے محسنین ومعاونین کے شکریہ کے ساتھ اپنی بات ختم کرتا ہوں۔ جنہوں نے اس راہ میں قدم قدم پر میری رہنمائی کا حق ادا کیا کہ ارشاد نبوی ہے۔ جسنے لوگوں کا شکریہ ادا نہیں کیا اسنے اللہ کا شکریہ ادا نہیں کیا۔ ساتھ ہی ساتھ اپنے استاذ محترم مفتی محمد شاکر علی مصباحی خطیب و امام جامع مسجد کانکیر کا بہت شکر گزار ہوں کہ جنہوں نے اپنا وقت زریں نکالکر اس کتاب کی تصحیح فرماتے ہوئے تقریظ لکھی۔

خادم امین شریعت

احقر محمد اشرف رضا غفرلہ

بلودا بازار (سی۔ جی)

صدر محزوں کی دعا ہے یہ بہ انداز خلوص
پیش خلاق جہاں بانئ نظم کونین
مصطفےٰ دامن رحمت میں جگہ دیں تمکو
تم کو حاصل رہے سبطین رضائے حسنین

مولانا سید احمد علی رامپوری
مراسلہ از کراچی ۱۹۵۳ء

مختصر حالات

مولانا اشرف رضا قادری

نام ونسب ۔ حضور امین شریعت حضرت علامہ الشاہ سبطین رضا خاں صاحب حضور اعلیٰحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے منجھلے بھائی علامہ استاذ زمن حسن رضا خاں کے پوتے اور استاذ العلماء حضرت علامہ حسنین رضا خاں صاحب کے بڑے صاحب زادے ہیں۔

تاریخ پیدائش ۔۲/نومبر ۱۹۲۷ء

جائے پیدائش۔ محلّہ سوداگران بریلی شریف

القاب وتخلص ۔ امین شریعت ،شبیہ مفتی اعظم ہند، رہبر شریعت، حکیم الاسلام اور آپ تخلص سبطین فرماتے تھے۔

رسم بسم اللہ خوانی ۔ حضور امین شریعت کا بچپن بفضلہٖ تعالیٰ والدین کریمین کی شفقت وعنایت اور بے پایاں الطاف ونوازشات کے سائے میں گزرا۔ چھوٹی سی عمر میں آپکے والد ماجد نے آپکے ماموں مرحوم مولانا عبد الہادی صاحب کے مکان میں رسم بسم اللہ خوانی کی ایک پر تکلف تقریب کا انعقاد کیا۔ اور آپکے چھوٹے دادا حضرت مولانا محمد رضا خاں علیہ الرحمہ نے رسم بسم اللہ خوانی ادا کرائی۔ آپکے والدین کریمین نے پرورش وتربیت میں انتہاء درجہ کا خیال رکھا۔ آپ بچپن میں شریر بچوں کے ساتھ نہ رہتے اور نہ ہی

انکے ساتھ کھیلتے بلکہ اپنا وقت کھیل کود میں برباد کرنے کے بجائے کتابیں پڑھنے میں مشغول رہتے۔

اکبری مسجد معروف بہ مرزائی مسجد واقع محلہ گھیر جعفر خاں پرانے شہر بریلی شریف کے مدرسہ میں بھی آپ نے تعلیم حاصل کی۔ پھر اعلیٰ تعلیم کے لئے آپکا داخلہ آپکے والد ماجد علیہ الرحمہ نے دارالعلوم مظہر اسلام میں کرایا۔اور شروع سے آخر تک جملہ کتب متداولہ کی یہیں پر تعلیم حاصل کی۔ دو سال علم طب کی پڑھائی کے لئے اپنے رفیق درس مولانا فیضان علی رضوی بیسلپوری کے ساتھ علی گڑھ تشریف لے گئے۔

آپکے اساتذۂ ذوی الاحترام جن سے آپ نے باضابطہ تعلیم حاصل کی وہ آسمان علم وفن کے ایسے آفتاب و ماہتاب تھے جنکی ضیاء بار کرنوں نے شرق وغرب کی وسعتوں کواجالا کردیا۔

(۱) استاذ العلماء حضرت علامہ حسنین رضا خاں صاحب بریلوی

(۲) صدرالشریعہ علامہ امجد علی اعظمی مصنف بہار شریعت

(۳) محدث اعظم پاکستان حضرت علامہ سردار احمد خاں صاحب

(۴) حضور شمس العلماء قاضی شمس الدین جونپوری مصنف قانون شریعت

(۵) مولانا طفیل احمد صاحب پنجاب

(۶) مولانا عبدالحفیظ صاحب بریلی شریف

(۷) شیخ الادب مولانا غلام جیلانی رضوی اعظمی صاحب

(۸) مولانا حافظ عبدالرؤف رضوی بلیاوی صاحب

(۹) حضرت علامہ مفتی وقارالدین صاحب

(۱۰) مولانا ظہیر الدین زیدی مسلم یونیورسٹی علیگڑھ

(۱۱) حضرت علامہ غلام یٰسین رضوی پورنوی

(۱۲) ماموں مولانا عبد الہادی صاحب بریلی شریف

(۱۳) حافظ سید شبیر علی رضوی صاحب بریلی شریف انکے علاوہ حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ سے بھی وقتاً فوقتاً علمی وروحانی فیضان حاصل کرتے رہے۔

نکاح۔ آپکی شادی مبارک بھی ایک مذہبی وعلمی گھرانے میں ہوئی۔ ۱۸؍شعبان المعظم ۱۳۷۶ھ مطابق ۲۸؍ مارچ ۱۹۵۷ء بروز چہار شنبہ بعد نماز عصر بڑی مسجد آم والی محلّہ جہانگیر آباد بھوپال میں ناشر العلوم، فقیہ اعظم حضرت علامہ مفتی عبد الرشید فتحپوری علیہ الرحمہ کی صاحبزادی کے ساتھ ایک خوشگوار شام کو کیف وسرور کی مسحور کن فضاء میں عقد نکاح کی رسم ادا کی گئی۔ سیدی سرکار مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کی موجودگی میں مفتی مالوہ حضرت علامہ مفتی رضوان الرحمٰن صاحب نے آپکا نکاح پڑھایا۔ آپکی شادی شریعت کے مطابق بڑے سادہ طریقہ سے ہوئی۔ آپکی اہلیہ محترمہ کے والد گرامی اپنے وقت کے بہت بڑے عالم دین ہونے کے ساتھ ساتھ ایک ولی کامل بھی تھے۔ جنہوں نے اپنی پوری زندگی دین اسلام کی اشاعت اور مسلم قوم کی نسلوں کو سنوارنے اور سدھارنے کیلئے وقف کر دیا جو دینی پیشوا کے ساتھ ساتھ روحانی مقتداء بھی تھے۔ اس طرح آپکا سسرال بھی

ایک مذہبی و علمی گھرانہ تھا۔سب سے بڑی بات تو یہ ہے کہ حضور امین شریعت کا رشتہ حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کے حسب الانتخاب سے ہوا۔اس موقعہ پر شاطر حکیمی کامٹھوی نے قطعہ تاریخ عقد کہا جو درج ذیل ہے۔

قطعہ تاریخ عقد شہزادیٔ فقیہ اعظم حضرت علامہ مفتی عبدالرشید علیہ الرحمہ بحضور امین شریعت حضرت علامہ سبطین رضا خاں صاحب بریلی شریف (۱۹۵۷)

چرخ محبوب و محبّ را دید و گفت
شد قران مشتری و آفتاب

مرحبا شاطر چہ تاریخ نوشت
رشتہ عمر است عقد آں جناب

(جناب شاطر حکیمی کامٹھوی)

آپکی سات اولاد ہوئیں جن میں دو صاحبزادوں کا انتقال ہو گیا اور دو صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں بقید حیات ہیں۔

۱۔ حضور سلمان رضا خاں صاحب
۲۔ حضور نعمان رضا خاں صاحب

نوید بہار

تقریب عقد مسعود قرۃ الباصرہ شہزادی فقیہ اعظم مفتی عبد الرشید خاں اشرفی بعالیجناب حضور امین شریعت حضرت سبطین رضا خاں صاحب ابن استاذ العلماء حضرت علامہ حسنین رضا خاں صاحب دامت برکاتہم العالیہ

فصل گل در باغ مہمانست وبس
غنچہ غنچہ مست ورقصانست وبس

آں رضا حسنین مرد حق شناس
وصف او گوئی کہ انسانست وبس

آفریں بر عقد نور دیدہ اش
ہر کہ او را دید حیرانست وبس

ہست آں داماد شیخ الجامعہ
بر جبینش نور سبحانست وبس

ہر کہ زندہ کرد بنت شد حسن
فضل رب در شکر پنہانست وبس

نذر گذار۔ شاطر حکیمی

(حسن سے مراد برادر اعلیٰحضرت استاذ زمن حضرت علامہ حسن رضا خاں حسن بریلوی ہے)

بیعت وخلافت ۔ آپکے والد ماجد علیہ الرحمہ نے آپکو نو عمری ہی میں حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کے دست حق پرست پر بیعت کرادیا تھا۔ حضور امین شریعت کو حضور مفتی اعظم ہند نے اجازت و خلافت اور نقوش وتعویذات کی اجازت بھی فرمائی۔ آپکے والد ماجد جگر گوشہ استاذ زمن حضرت علامہ حسنین رضا خاں علیہ الرحمہ کو حضور اعلی حضرت علیہ الرحمہ سے اجازت وخلافت ہونے کے باوجود کسی کو مرید نہیں فرماتے بلکہ جو بھی آپکی بارگاہ میں مرید ہونے حاضر ہوتا تو آپ اسے حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ سے مرید ہونے کا مشورہ دیتے یہاں تک کہ آپ نے اپنے تینوں صاحبزادوں (حضور امین شریعت حضرت علامہ سبطین رضا خان صاحب، صدر العلماء حضرت تحسین رضا خاں علیہ الرحمہ، حضرت حبیب میاں صاحب) کو بھی حضرت مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ سے بیعت کرایا۔

برادر حضور امین شریعت حضرت حبیب میاں صاحب فرماتے ہیں۔ جب والد محترم نے ہم تینوں بھائیوں کو حضرت مفتی اعظم سے بیعت کرایا تو کچھ لوگوں نے کہا کہ حضور آپ نے اپنے شہزادوں کیلئے حضور مفتی اعظم ہند ہی کا انتخاب کیوں فرمایا تو آپ ارشاد فرمانے لگے میں نے حضور مفتی اعظم ہند کا بچپن دیکھا، پھر جوانی دیکھی، اور اب بڑھاپا دیکھ رہا ہوں میں نے انہیں ہمیشہ عالم باعمل (اپنے علم پر عمل کرتے ہوئے) پایا لہٰذا میں نے اپنے تینوں بیٹوں کی بیعت

کیلئے انہیں کا انتخاب کیا ہے۔

اخلاق وسیرت۔ حضور امین شریعت ایک باوقار باوضع سنجیدہ بزرگ کا نام ہے۔آپ نہایت پاکباز، لطیف مزاج، دیندار متقی ، پرہیزگار اور نفاست پسند ہیں۔میانہ قد ، گورا رنگ سرخی لئے ہوئے ، سفید نورانی داڑھی، شراب عشق سے مخمور آنکھیں، شفقت آمیز رویہ اور بہت سی ایسی بات جن سے شرافت بزرگی اور وقار ٹپکتا ہے۔آپکے ملنے کا انداز حد درجہ ہمدردانہ اور مشفقانہ ہے۔جس سے محبت وخلوص کی بوآتی ہے۔آپکے ارشادات سنکر دلوں کی ویران بستیاں آباد ہو جاتی ہے۔آپکی گفتگو میں قیامت کا بانکپن ہوا کرتا ہے۔آپکی بارگاہ میں اگر کوئی شخص آتا تو آپ اسکی اس قدر عزت افزائی فرماتے ہیں کہ اسکا دل باغ باغ ہو جاتا اور وہ یوں محسوس کرتا کہ حضرت سب سے زیادہ مجھ پر مہربان ہیں۔جگر گوشۂ حسنین رضا کا نورانی چہرہ جو دیکھتا ہے دیکھتا ہی رہ جاتا ہے آپکا چہرہ کیا؟ حسن کی کھلی ہوئی کتاب ہے۔جس پر جمال تقویٰ اور جلال علم کا نور برس رہا ہے۔آپکے پاس کوئی شخص بیٹھتا ہے تو برجستہ کہہ اٹھتا ہے کہ اپنی پیاسی نگاہوں کو آپکے دیدار سے سیراب کرتا رہوں۔حضور امین شریعت اخلاق حسنہ سے مزین ہیں۔حلم وتواضع ، رحم وکرم، عدل و انصاف ، امانت و دیانت جیسی امتیازی خصوصیات کے حامل ہیں۔کسی غریب آدمی کو دیکھتے تو آپکے دریائے رحم وکرم میں بے

تابانہ جوش آجاتا ہے۔آپکی بارگاہ میں مریدین ومعتقدین کی آمد کا سلسلہ تقریباً ہر دن جاری رہتا ہے۔آپکی بارگاہ میں جو بھی حاجت مند اپنی حاجت کے لئے لب کشا ہوا اسکی تکمیل حسب حیثیت کردی گئی ۔دیگر مدارس اہلسنت کے سفیر حاضر ہوتے تو آپ انہیں بھی نوازتے اسکے علاوہ مدرسہ کے طلباء کیلئے ہر قسم کی امداد کی خاطر آپکا دربار فیض آثار ہمیشہ کھلا رہتا ہے۔اہل خانہ کو بھی اس امر کی تاکید ہے کہ کوئی بھی سائل نامراد اور محروم نہ رہ جائے اور الحمد للہ شہزادگان امین شریعت کا بھی یہی معمول ہے الغرض آپکی بارگاہ سے کوئی خالی اور محروم نہیں لوٹتا بلکہ جو بھی آتا ہے اپنے دامن کو گوہر مراد سے بھر کر جاتا ہے۔

ہندو، مسلم، سکھ عیسائی سب ہی در پر آتے ہیں
سب کی جھولی بھرتے ہیں یہ داتا ہی کچھ ایسے ہیں

آپکے دل میں قوم وملت کی اصلاح کا جذبہ موجزن رہتا ہے۔آپ اپنی قوم کو ہمیشہ بزرگوں سے جڑے رہنے اور انکے نقش قدم پر گامزن دیکھنا چاہتے ہیں۔حضور امین شریعت کے معمولات دینی و دنیاوی علماء سلف صالحین کا آئینہ دار ہے۔آپکے تقویٰ وطہارت اخلاص وایثار، تواضع وانکساری، تصلب فی الدین، توکل وغناء اور جود وسخا کو دیکھکر ماضی کے ان بزرگوں کی یاد تازہ ہو جاتی ہے جنہوں نے رضائے مولیٰ کی خاطر دنیاوی عیش وعشرت سے کنارہ کشی اختیار کرلی

تھی۔آپ ہر کام میں شریعت کو پیش نظر رکھتے ہیں۔اور فرماتے ہیں کہ سنی مسلمان کا اٹھنا بیٹھنا کھانا پینا ملنا جلنا سب کچھ اللہ کیلئے اور رسول اللہ ﷺ کی سنت کے مطابق ہوں۔کم گوئی (کم بات کرنا) آپکا طرۂ امتیاز ہے۔ مدرسہ ہو یا مسجد، گھر ہو یا محفل آپ اکثر و بیشتر خاموش رہتے۔آپکو بچوں سے خصوصی انس و پیار ہے یہی وجہ ہے کہ قرب و جوار کے بچے آپکے پاس آتے تو آپ انہیں کچھ پیسے یا کھانے کی چیز دیئے بغیر واپس نہیں بھیجتے۔جس سے بچے خوش ہوجاتے اور انکی خوشی دیکھ کر آپ بھی مسرور دکھائی دیتے۔سادات کرام کی تعظیم وتکریم فرماتے۔رہی بات محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تو اسکے بارے میں کہنا ہی کیا؟ یہ تو خانوادۂ اعلی حضرت کی امتیازی شان ہے۔

ہے رضا کی نسل کا ہر ایک بچہ محترم
بس گئی ہے خون میں عظمت رسول اللہ کی

آپکی تقریریں سنجیدہ ہوا کرتی ہیں۔جس سے سامعین پر محویت طاری ہوجاتی ہے۔حضور ﷺ کی محبت تو جان ایمان اور ذکر مصطفٰے ﷺ مومن کی روح کی غذا ہے۔لیکن جب بھی آپ اپنے شیریں کلام سے تقریر فرماتے تو آپ پر عجیب کیفیت طاری ہوتی کہ جہاں۔جہاں مسرت وشادمانی کا ذکر ہوتا تو آپ بھی مسرور دکھائی دیتے اور جہاں تکلیف یا صدمہ کا ذکر ہوتا تو آپکے چہرے پر حزن

وملال کے آثار واضح دکھائی دیتے۔آپکی اخلاص بھری ہدایت نے مسلمانوں کے دلوں میں گہرے اثرات مرتب کیئے۔آپ ان علمائے کرام میں سے ہیں جنکے بارے میں ارشاد نبوی ہے۔ بیشک اللہ تعالیٰ اور اسکے فرشتے اور تمام آسمان وزمین والے یہاں تک کہ چیونٹیاں اپنے سوراخوں میں اور مچھلیاں دریاؤں میں دعائے رحمت ومغفرت بھیجتے رہتے ہیں اس انسان پر جو لوگوں کو بھلائی کی باتیں بتاتا رہتا ہو۔جب کسی دینی جلسہ میں شرکت فرماتے تو ضعف و نقاہت کے باوجود کافی دیر تک تشریف فرمارہتے۔لوگوں کے ہجوم میں مصافحہ ومعانقہ کے وقت بھی آپکے چہرے پر مسکراہٹ رہتی کسی سے اظہار ناراضگی نہیں فرماتے۔اہلسنت والجماعت کے علاوہ غیر مسلم بھی آپکا احترام وستائش کرتے ہے۔آپکی بے شمار کرامتیں ہیں جسمیں آپکی سب سے بڑی کرامت قرآن عظیم اور سنت رسول اللہ ﷺ کی پیروی ہے۔

سادگی ومحبین کی مزاج پرسی۔ آپکی زندگی سادگی ،انکساری اور بے نفسی سے پُر ہے۔زندگی کے جس گوشے پر نظر ڈالی جائے وہ گوشہ منفرد دکھائی دیتا ہے۔ بلکہ یہ کہا جائے تو غلط نہ ہوگا کہ جس نے حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کی شکل وصورت اور انکے تقویٰ وپاکیزگی کو نہیں دیکھا ہے وہ حضور امین شریعت کو دیکھ لیں ۔آپکی ذات مقدسہ کے اندر حضور مفتی اعظم ہند کے جمال وکمال،

افعال واقوال، کردار واعمال، رفتار وگفتار اور زہد وتقویٰ کی جھلک دکھائی دیتی ہے۔

الحمد للہ فقیر کے اکثر و بیشتر لمحات حضور کی خدمت میں گزرتے ہیں ۔نمازوں میں آپکی اقتداء کی سعادت نصیب ہوئی۔آپکی معیت میں چند مقامات کے سفر کا موقع بھی ملا۔آپکی باتیں بھی سنیں۔آپکا اٹھنا بیٹھنا اور کھانا پینا بھی دیکھا۔لوگوں سے آپکا خندہ پیشانی و خوشروئی کے ساتھ پیش آنا بھی دیکھا۔غرضکہ جب بھی دیکھا تو حسن و جمال کا مجسمہ دیکھا۔اور بفضلہٖ تعالیٰ آج بھی حضور کے زیرسایہ کرم رہکر کے ان تمام چیزوں کا بروقت مشاہدہ ہوتا رہتا ہے۔

آپکی خاکساری کا یہ عالم کہ فقیر نے بارہا دیکھا کہ ایام علالت میں بھی کھانا تناول فرماتے وقت جب پانی کی ضرورت محسوس ہوتی تو آپ یہ نہ فرماتے کہ گلاس اٹھا کر دو۔ بلکہ خود ہاتھ بڑھا کر پانی کا گلاس اٹھانے کی کوشش فرماتے ہاں حاضر باش میں سے آپکو پانی کا گلاس اٹھاتے دیکھتے تو از خود آگے بڑھتے اور پانی کا گلاس اٹھا کر دیتے۔آپکے کسی بھی اقوال وافعال سے یہ ظاہر نہیں ہوتا ہے کہ آپ اپنے تعظیم وتکریم کے خواہاں ہیں۔

آپکی سادگی کا یہ عالم کہ ایک مرتبہ راقم الحروف حضرت کی خدمت میں حاضر تھا۔میں نے دیکھا کہ حضرت کا لباس سالن سے آلودہ ہونے کی وجہ سے گندہ معلوم ہو رہا ہے تو میں نے عرض کیا کہ حضور

کپڑے تبدیل فرمالیں کپڑے میں شوربا لگ گیا ہے تو فرماتے ہیں
کہ کپڑا صاف ہو یا گندہ دل صاف ہونا چاہئے۔ حضرت کی یہ سادگی
اور یہ ادا میرے دل میں گھر کرلیا اور محبت والفت میں اور زیادہ پختگی
ہوگئی۔ حضور امین شریعت کی عادت کریمہ ہے کہ آپ اپنے عقیدت
مندوں کی دعوت پر جب کسی جلسہ وغیرہ میں تشریف لے جاتے تو
وہاں قریب میں رہنے والے اپنے محبین ومریدین سے ملاقات کیلئے
انکے گھر تشریف لے جاتے تو اطراف میں رہنے والوں کی خیریت
دریافت فرماتے۔ کوئی بیمار ہوتا تو اسکی عیادت کے لئے تشریف لے
جاتے الحاج زاہد رضا صاحب رائے پور نے راجہ تالاب رائے پور
میں ایک نئے مکان کی تعمیر کرائی اور حصول برکت کیلئے حضرت کو
دعوت دی حضرت نے دعوت قبول فرمالی دوسرے روز بعد نماز فجر
الحاج زاہد رضا صاحب کی گاڑی میں تشریف لے گئے فقیر راقم
الحروف بھی حضرت کے ساتھ تھا وہاں سے فارغ ہونے کے بعد
حضرت نے از خود فرمایا کہ مفتی مجیب الرحمٰن صاحب کے گھر چلئے
اُس درمیان مفتی مجیب الرحمٰن صاحب کا ایکسیڈینٹ ہوگیا تھا پیر کی
ہڈی ٹوٹ گئی تھی۔ حضرت نے مفتی صاحب کے گھر پر رونق افروز
ہوکر عیادت فرمائی اور دعائے صحت وعافیت فرمائی اور کچھ دیر صحبت
سے سرفراز فرما کر اپنے دولت کدہ تشریف لے گئے۔ حضرت کی یہ
نوازش اور خورد نوازی ساری زندگی نہیں بھلائی جاسکتی۔ حضور امین

شریعت مدظلہ العالی اپنے محبین کی دعوت پر ایسی جگہوں پر بھی تشریف لے گئے جہاں عام طور پر مشائخ عظام نہیں جاتے اس سلسلہ میں واقعی حضرت مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کے سچے آئینہ دار ہیں۔ الغرض جس حیثیت سے آپکی ذات مقدسہ کو دیکھا جائے چاہے وہ میدان علم وفن ہو یا میدان رشد و ہدایت ، میدان تواضع و انکساری ہو یا میدان حکمت وتدبر آپکا مثل اور بدل بہت مشکل ہے۔

حج و زیارت۔ حضور ا) مین شریعت نے چھ (٦) مرتبہ حج و زیارت حرمین شریفین سے اپنی روحانی سیری حاصل کی۔

شعروشاعری۔ آپ اوصاف متذکرہ بالا کے حامل ہونے کے ساتھ۔ساتھ بہترین شاعر بھی ہیں۔ آپکی شاعری اخلاص ومحبت اور عشق رسول میں ڈوبی ہوتی ہے۔ آپکو شعروشاعری سے کافی لگاؤ ہے اور کیوں نہ ہوآپکو شاعری اپنے جد کریم حضرت استاذ زمن علامہ حسن رضا خاں حسنؔ اور انکے برادر اکبر شیخ الاسلام والمسلمین حجۃ اللہ فی الارضین الشاہ امام احمد رضا خاں نیز شہزادگان اعلی حضرت علیہم الرحمہ سے ورثے میں ملی تھی۔ آپ سبطین تخلص فرماتے ہیں۔ تبلیغ دین میں مصروفیت اور عدم فرصت کی وجہ سے آپ نے بہت کم شاعری کی لیکن جو بھی کہا بہت خوب کہا۔ آپکی شاعری میں الفاظ کی شائستگی ،خیال کی بلند پروازی ، معنیٰ میں وسعت نظری ، پائی جاتی

ہے۔ آیئے دیکھئے حضور امین شریعت کے کلام میں آپکے بزرگوں کا کہاں کہاں اور کیسا رنگ نمایاں ہے۔

حضور استاذ زمن کا خیال کلام امین شریعت میں بھی ملاحظہ کریں۔

حضور استاذ زمن

سیر گلشن کون دیکھے دشت طیبہ چھوڑ کر
سوئے جنت کون جائے در تمہارا چھوڑ کر

حضور امین شریعت

ہے دل میں میرے نقشہ طیبہ کھچا ہوا
خواہش بھلا ہو کیا مجھے حور و قصور کی

حضور مفتی اعظم ہند

میں کیوں غیر کی ٹھوکریں کھانے جاؤں
تیرے در سے اپنا گزارا کروں میں

حضور امین شریعت

میں کیوں در بدر ٹھوکریں کھاؤں جا کر
میری آرزوں تیرا در ڈھونڈتی ہے

والد ماجد حضور امین شریعت حضرت حسنین رضا خاں

نرغہ میں دشمنوں کے نہ چھوڑی حسین نے
کچھ وہ ہی جانتے تھے حقیقت نماز کی
ٹھنڈک دل و دماغ کی مضمر وضو میں تھی

تسکین قلب ہوگئی نیت نماز کی

اسی ضمن میں حضور امین شریعت کے کلام

اللہ کو پسند ہے عادت نماز کی
محبوب ہے نبی کو جماعت نماز کی
چمکیں گے دست و پائے مصلی بروز حشر
کھل جائے گی سبھی پہ کرامت نماز کی

حضور امین شریعت حضرت علامہ سبطین رضا خاں صاحب کے اشعار سے آپکے خلوص، صداقت، نبوی عشق وعقیدت، دینی وعلمی درد مندی کا برملا اظہار ہوتا ہے۔

نوٹ۔ فقیر کو کچھ اشعار بذریعہ شہزادۂ امین شریعت حضرت سلمان رضا خاں صاحب دستیاب ہوئے جو اس کتاب میں یکجا کیۓ گۓ ہیں۔

درس و تدریس۔ دینی علوم سے آراستہ ہونے کے بعد آپنے دارالعلوم مظہر اسلام بریلی شریف میں تدریسی خدمات بھی انجام دی ہیں۔ اسکے بعد قاری غلام محی الدین شیری رضوی کے مدرسہ اشاعت الحق ہلدوانی میں تین سال تک درس و تدریس میں مصروف رہے۔ ۱۹۵۸ء میں ناگپور تشریف لائے اور جامعہ عربیہ اسلامیہ کے ناظم اعلیٰ مقرر کیۓ گئے۔ اور تین سال تک اس عہدہ پر قائم رہے۔ بحیثیت ناظم اعلیٰ آپ مجلس شوریٰ کے رکن بھی رہے۔ اراکین مجلس شوریٰ آپ کی خداداد صلاحیت وذہانت سے بڑے متاثر رہے۔ اور

آپکے مشوروں کو قدر کی نظر سے دیکھتے۔اس دوران آپ نے جس خلوص محبت اور بے لوث جذبہ خدمت سے اپنے فرائض انجام دیئے۔جو نا قابل فراموش ہیں۔۱۹۶۳ء میں حضور امین شریعت کانکیر چھتیس گڑھ تشریف لائے۔جب حضور امین شریعت کانکیر تشریف لائے اور شہر کانکیر کا نظارہ کیا تو حضرت نے فرمایا یہ تو وہی ہے جسے میں نے عالم خواب میں دیکھا ہے۔کہ جب حضرت بریلی شریف میں تھے تو آپ نے خواب میں دیکھا کہ ایک ندی (جسے دودھ ندی کہا جاتا ہے) ہے جس میں آگے آگے حضور مفتی اعظم ہند ہیں۔انکے پیچھے مفتی عبد الرشید فتحپوری اشرفی علیہ الرحمہ (جو حضور امین شریعت کے سسر صاحب تھے) ہیں۔اور انکے پیچھے میں یعنی حضور امین شریعت ہیں۔ کچھ روز آپ وہاں رہنے اور وہاں کے لوگوں کے اصرار پر مستقل آپ وہاں رہنے لگے۔

آپ آسمان سنیت کے چاند ہیں۔جنکی ضیاء پاش کرنوں نے نہ صرف چھتیس گڑھ بلکہ پورے ہندستان کے خطہ کو بقعہ نور بنادیا۔جس زمانہ میں حضور امین شریعت کانکیر چھتیس گڑھ تشریف لائے اس وقت پوری مسلم آبادی جہالت میں ڈوبی ہوئی تھی۔۔آپ نے اس ماحول میں نہایت استقلال واستقامت کے ساتھ رضائے الٰہی پر قائم رہتے ہوئے علم و معرفت کی شمع روشن کی۔ چھتیس گڑھ اور ہندوستان کے اکثر اضلاع کا دورہ فرمایا جدھر گذر جاتے آبادیاں

ٹوٹ پڑتیں، انسانوں کا میلہ لگ جاتا، عاشقوں کا ہجوم قابل دید ہوتا

ان کا پتہ نہ پوچھو بس آگے بڑھے چلو
ہوگا کسی گلی میں تو میلہ لگا ہوا

حکومت کی تاریک اور گھناؤنی فضاؤں نے بارہا آنکھیں دکھائی لیکن آپکی جبین اقدس پر کسی وقت بھی شکن نہ آئی۔ آپ نے خدا کے بھٹکے ہوئے بندوں کو معبود حقیقی اللہ وحدہ لاشریک لہ کی وحدانیت ومعرفت کی طرف بلایا۔ جسکی وجہ سے آپکو نہ جانے کن کن اذیتوں اور تکلیفوں کا سامنا کرنا پڑا۔ آپنے معاشرے کو اعمال حسنہ کی طرف رغبت دلانے کیلئے اپنی زندگی کو وقف کر دیا۔ آپکا مقصد اصلی سماج و معاشرے کو خرافات سے حسنات اور برائی سے بھلائی کی طرف دعوت دینا ہے۔ جسکا قرآن نے بھی حکم دیا یعنی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر (اچھائی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا) اور حقیقت میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر عمل کرانا ہی اسلامی پیغام ہے۔ مخالفین نے آپکے اوپر ظلم وستم کے پہاڑ توڑے لیکن آپ عظمت اسلام اور ناموس رسالت کی حفاظت اور شریعت کی پاسداری کرتے رہے۔ اسی وجہ سے دنیا آپکو امین شریعت کے نام سے جانتی ہے۔ آپ نے چھتیس گڑھ کے مسلمانوں کے ایمان وعقیدے کی حفاظت کر کے احسان عظیم فرمایا ہے۔ ایمان سے زیادہ ایک مسلمان کے لئے قیمتی سرمایہ کوئی دوسری شئی نہیں ہوسکتی۔ ایمان ہی وہ قیمتی

متاع ہے جسکی حفاظت و صیانت جان سے زیادہ بندے پر فرض ہے۔ایمان کے بغیر اندھیرا ہی اندھیرا ہے اور ایمان حضور کی محبت و الفت اور تعظیم وتوقیر کا نام ہے۔خود پیارے آقا ﷺ فرماتے ہیں۔ تم میں کوئی شخص مسلمان نہیں ہوسکتا جب تک میں اسکے ماں، باپ، اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ پیارا نہ ہو جاؤں ۔تو آپنے ایمان وعقیدے کے ایسے گل بوٹے کھلائے کہ یہ بنجر زمین رشک گلستاں بن گئی۔ آپ نے مقامات کثیرہ کا تبلیغی دورہ فرمایا۔آپکے سفر دنیوی منافع اور ذاتی مقاصد کیلئے نہ تھے بلکہ صرف اور صرف تبلیغ دین ،فروغ سنیت اور اشاعت مسلک اعلی حضرت کیلئے تھے۔آپکا مقصد حضور اعلی حضرت اور حضور مفتی اعظم ہند علیہما الرحمہ کا مشن پہنچانا تھا۔الغرض آپکے دورے نے بے شمار لوگوں کو پاکیزہ، بے شمار مریضوں کو مسیحا،اور بے شمار گمراہوں کو ہدایت کا مینار بنا دیا۔آپکے مریدین کی تعداد بہت وسیع ہے جسمیں ادارے کے اساتذہ وطلبہ ،اسکول کے ٹیچرس، کالج کے پروفیسرس، وکلاء، جج ،اور ڈاکٹرس بھی شامل ہیں۔دارالعلوم فیض الاسلام کیشکال، ادارۂ شرعیہ اہلسنت دار العلوم انوار مصطفٰے ورضا مسجد مودھا پارہ رائے پور اور دارالعلوم امین شریعت ومسجد امین شریعت کانکیر شریف آپکی زندہ یادگار ہے اور اطراف ہند میں بہت سے مدارس اہلسنت آپکی سرپرستی میں قائم ہوئے اور ابتک دینی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ آپ سے بے پناہ محبت فرماتے تھے۔حضور مفتی اعظم ہند کا آپ سے محبت اس واقعہ سے پتہ چلتا ہے۔حضور امین شریعت کا زمانہ طالب علمی تھا ایک مرتبہ عید کی نماز پڑھانے کے لئے حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ نے آپکو اپنے ساتھ عید گاہ لے گئے چلتے وقت حضور مفتی اعظم ہند نے فرمایا کہ گھر میں سے ایک عمامہ لے لو آپ نے حضور مفتی اعظم کا ہی عمامہ لے لیا اور ساتھ چلے گئے عید گاہ پہونچنے پر جب نماز کا وقت قریب آیا تو فرمایا کھڑے ہو جاؤ آپ کھڑے ہو گئے حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ خود بھی اٹھے تو سارا مجمع کھڑا ہو گیا پھر حضور مفتی اعظم ہند آپکے سر پر عمامہ باندھنے لگے اسی دوران ایک صاحب جو آپ سے واقف نہ تھے حضور مفتی اعظم ہند سے دریافت کیا کہ یہ کون ہے تو حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ نے بکمال شفقت فرمایا کہ آپ نہیں جانتے یہ میرا بچہ ہے پھر آپکے والد ماجد کا نام لیکر فرمایا کہ انکا لڑکا ہے۔آپکو سند خلافت عطا فرماتے وقت بھی آپکا نام لکھنے سے پہلے حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ نے اپنے دست کرم سے الولد العزیز لکھا جسکا معنیٰ ہے پیارا بچہ۔ (مفتی اعظم نمبر صفحہ نمبر ۳۵۴)

آپ بھی حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ سے بے پناہ عشق فرماتے یہی وجہ ہے کہ جب بھی آپ کی بارگاہ میں حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کا تذکرہ ہوتا تو آپکی آنکھیں اشک بار ہو جاتی۔جب

حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ حج بیت اللہ کیلئے تشریف لے گئے اور زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہوکر بخیر و عافیت ہندوستان تشریف لائے تو اس موقعہ پر آپ نے منقبت کے اشعار کہے ہیں جو درج ذیل ہیں۔

مبارک رخصت ہو کے مصطفٰے سے مصطفٰے آئے
خدا کا شکر ہے کعبے سے مہمان خدا آئے

ادائے فرض کر کے پھر گئے کعبے کے کعبہ کو
وہاں سے دولت کونین لیکر مرحبا آئے

خدا کے فضل سے ذرہ بھی اب پائیں گے تابانی
ضیائیں لیکے طیبہ سے ہمارے پیشوا آئے

یہ کیسی رحمتوں کی بدلیاں چھائی زمانے پر
زیارت کر کے شاید مصطفٰے کی مصطفٰے آئے

مسرت ہی مسرت ہو رہی ہے اہلسنت کو
ادائے فرض کر کے آج انکے پیشوا آئے

ملوں قدموں سے آنکھیں چشم ایماں کو کروں روشن
مبارک سنیو! ابن شہ احمد رضا آئے

مجھے مشکل ہے اے آقا پہونچنا دشت طیبہ میں
جو تم چاہو تو اے مولیٰ یہ سبطین رضا آئے

آپ پر حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کا ایسا رنگ چڑھا کہ آج پوری دنیا آپکو شبیہ مفتی اعظم ہند کے نام سے جانتی ہے ایک مرتبہ راقم الحروف حضرت کے دولت کدہ رائے پور میں تھا۔اسی دوران ساؤتھ آفریقہ سے خلیفہ حضور مفتی اعظم ہند مولانا عبدالحمید آفریقی صاحب کسی غرض سے رائے پور تشریف لائے وہ حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کی خدمت میں رہا کرتے تھے حضور امین شریعت کی زیارت کیئے ہوئے بہت عرصہ ہوگیا تھا۔لیکن جب انہیں معلوم ہوا کہ حضور امین شریعت یہیں تشریف فرما ہیں تو دیدار کا شوق ہوا اور حضرت کی زیارت کیلیۓ آپکی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔جیسے ہی حضور امین شریعت اپنے حجرہ شریف سے باہر تشریف لائے اور مولانا عبد الحمید افریقی صاحب کی حضور امین شریعت کے چہرۂ انور پر نگاہ پڑی تو برجستہ کہا مفتی اعظم ہند کو دیکھنا ہے تو امین شریعت کو دیکھ لو اور اپنے پیرومرشد کی یاد میں انکی آنکھیں اشک بار ہوگئی۔پھر مولانا عبدالحمید آفریقی صاحب نے حضور مفتی اعظم ہند کی لکھی ہوئی نعت پاک حضرت کی بارگاہ میں پیش کی۔

اسی طرح جتنے علماء حاضر ہوتے حضرت کی بارگاہ میں تو آپکے نورانی چہرے کو دیکھ کر جو حسن کی کھلی ہوئی کتاب ہے کہہ اٹھتے کہ مفتی اعظم ہند کو دیکھنا ہے تو امین شریعت کو دیکھ لو۔

آپنے مسلک اعلیٰ حضرت کی ترویج واشاعت کو اپنی زندگی کا

نصب العین بنالیا تھا۔آپنے اپنی ساری زندگی اپنی ساری توانائیاں اپنی ساری صلاحیتیں اپنی ساری طاقتیں اپنی زندگی کا ایک ایک گوشہ ایک ایک لمحہ رضائے مولیٰ کے حصول اور اسلام کی سربلندی کے لئے وقف کردیا آپنے کردار وعمل کی صدہا قندیلیں روشن کی جنکوں غلامان امین شریعت کبھی فراموش نہیں کرسکتے۔اللہ رب العزت حضور امین شریعت کی عمر میں بے پناہ برکتیں رحمتیں عطا فرمائے اور آپکا سایہ اس گنہگار پر اور اہلسنت وجماعت کے سروں پر تادیر قائم ودائم رکھے۔ آمین

خادم حضور امین شریعت

احقر محمد اشرف رضا غفرلہ

بلودا بازار چھتیس گڑھ

اللہ کو پسند ہے عادت نماز کی

محبوب ہے نبی کو جماعت نماز کی

(حضور امین شریعت)

نماز

حضور امین شریعت کی پہلی تقریر جو آپکے والد ماجد علیہ الرحمہ نے ترتیب دی تھی

خلیفہ اعلیٰ حضرت جگر گوشہ استاذ زمن

حضرت علامہ حسنین رضا خاں

صاحب بریلوی

قال الله تعالی فی القرآن العظیم

ان الصلوٰۃ تنھیٰ عن الفحشاء والمنکر ولذکر اللہ اکبر

ترجمہ۔ بیشک نماز بے حیائی اور گناہ سے باز رکھتی ہے اور خدا کی یاد بہت بڑی چیز ہے

خداوند عالم نے کم وبیش اٹھارہ ہزار قسم کی مخلوقات پیدا فرمائی جن وانس و ملک بھی انہیں میں سے ہیں انسان کو اشرف المخلوقات بنایا اور اپنی ساری مخلوق سے ایک چیز (عقل) اسے زیادہ دی عقل ایسی بڑی نعمت ہے کہ ساری مخلوقات الٰہی میں کسی کے پاس کوئی چیز اسکے مقابلہ کی نہیں جتنی نعمتیں رب نے دی ہیں سب نہایت کارآمد ہیں اور ہر نعمت اپنا کام اچھی طرح انجام دیتی ہے آنکھ آسمان تک دیکھتی ہے کان نزدیک و دور کے سنتے ہیں ناک خوشبو بدبو میں امتیاز کرتی ہے اور ہاتھ پاؤں تو دنیا کے بہت کام بناتے ہیں ان ساری نعمتوں میں خدا کی ساری مخلوق انسان کی شریک ہے کہ یہ نعمتیں انسان کو اور سارے جانداروں کو یکساں ملی ہیں مگر عقل ایک ایسی نعمت ہے کہ یہ جوہر لطیف انسان ہی کو ملا اور کسی کو نہ ملا اور اسکا کام بھی بڑا اہم کام ہے جو اس پر رکھا گیا ہے یعنی خدا کی معرفت (خدا کو پہچاننا) لہٰذا عقل کا بڑا مصرف خدا کی معرفت میں ہے اور معرفت الٰہی ہی جن وانسان کا مقصد قرار پایا ہے ارشاد فرماتا ہے کہ۔

وما خلقت الجن و الانس الا لیعبدون ۔ اور ہم نے جن وانس کو نہ پیدا کیا مگر اسلئے کہ وہ ہماری عبادت کریں۔
یہی وجہ ہے کہ انسان کے سر پر تاج خلافت رکھا گیا جس سے وہ جنوں اور فرشتوں پر بھی شرف لے گیا ویسے دنیا کی ہر چیز کسی نہ کسی خاص کام کیلئے بنائی گئی ہے بے کار کوئی چیز نہیں ہے خود فرماتا ہے۔
وما خلقنا ھذا باطلہ ۔ان سب چیزوں کو ہم نے بے کار نہیں بنایا ان میں سے ہر چیز کی زندگی کا ایک مقصد حیات بھی مقرر ہے جسے آپ اپنی عقل کی مدد سے معلوم کر سکتے ہیں اور آپ کا مقصد حیات معرفت و عبادت الٰہی ہے اب دیکھنا یہ ہے کہ کون اپنا کام انجام دے رہا ہے اور کون نہیں پہلے ہم حیوانات کا جائزہ لیں بیل کو دیکھا تو بار کشی کرتا ہے گھوڑے کو سواری دینے سے انکار نہیں کتا پاسبانی کرتا ہے گائے بھینس اپنے وقت پر دودھ دیتی ہیں اور جو جانور جس کام کیلئے ہیں وہ اپنی ڈیوٹی کو انجام دیتا ہے ۔نباتات کا جائزہ لیا تو یہ دیکھا کہ جو جس کام کیلئے ہے وہ وقت کی پابندی سے اپنا کام کرتا ہے کوئی ہمارے لئے پھل مہیا کرتا ہے کوئی پھول دیتا ہے کوئی ہماری دوا میں کام آتا ہے۔
ثنائے مکی کا کام معدے کی صفائی ہے وہ جب استعمال کی جائیگی اپنا فرض ادا کریگی گل بنفشہ گاؤزباں نزلہ زکام کیلئے ہیں انکا جوشاندہ جب پیا جائے گا وہ نزلہ کی تحریک کو کم کر کے رہے گا علی ہذا القیاس ہزاروں لاکھوں چیزیں ہیں اور اس سے زائد انکے فرائض ہیں جنکو وہ انجام دے رہی ہیں اور لطیفہ یہ ہے کہ وہ سب چیزیں بھی

صرف ہمارے ہی ذاتی فائدے کیلئے ہیں وہ ہمیں ہر وقت درس عمل بھی دے رہی ہیں کہ تم بھی اپنے فرائض ہماری طرح ادا کرو ساتھ ہی ساتھ وہ پابندئی وقت کا بھی سبق دے رہی ہیں دیکھو بعض پھل پھول فصل ربیع کے ہیں تو وہ فصل ربیع میں ہی ملینگے اور جو فصل خریف کے ہے وہ خریف ہی میں ہاتھ آینگے یہ قدرت کی طرف سے ہمارے لئے مکمل درس ہے کہ ہم بھی اپنے فرائض ادا کریں اور وقت پر ادا کریں نماز وقت پر ادا ہو ،زکوٰۃ وقت پر دی جائے ،روزے وقت پر رکھے جائے۔حج اسکے وقت پر کیا کریں اب ہم حضرت انسان کا جائزہ لیں کہ جنکی بدولت یہ ساری کائنات عالم وجود میں آئی ہے کہ یہ حضرت کیا کررہے ہیں تو یہاں میدان عمل میں سفر پایا۔نہ روزہ ہے نہ نماز نہ حج ہے نہ زکوٰۃ نہ اور کوئی اچھی بات ہے خدا کا منادی پانچوں وقت نماز کی طرف بلا رہا ہے اور ہم اپنی لہو ولعب و بیہودہ باتوں میں مصروف ہیں رمضان المبارک کا مہینہ ہے اور ہم بے تکلف کھاتے پھرتے ہیں عام گذرگاہوں پر بے تکلف چائے پان سگریٹ سے اسکی بے حرمتی کر رہے ہیں۔زکاۃ فرض ہوگئی مگر ہمارا مال عیاشی شراب نوشی اور سینما و قمار بازی سے نہیں بچتا دیں تو کیا دیں حج فرض ہوگیا ہم جائیں تو کیسے ہمیں تو الیکشن لڑنا ہے وقت اور روپیہ اسکے لئے ہے۔ہم ہیں تو مسلمان مگر خدا کو ناراض کرنے اور اسکے غیظ و غضب کو بھڑکانے کا کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا۔اسکے سوا ہمارے ذمہ کچھ اخلاقی فرائض بھی ہیں جنہیں ان مذہبی فرائض کی طرح پس پشت ڈال رکھا ہے جانور تو جانور ہیں ہم تو

ان خس و خاشاک سے بھی گئے گزرے افسوس صد افسوس ہمارا تو وہ حساب ہو رہا ہے کہ اونٹ رے اونٹ تیری کون سی کل سیدھی دوستو اس بے راہ روی سے باز آجاؤ اس ناکام زندگی پر لعنت بھیجو اور حیات جاوید حاصل کرنے کا مصمم ارادہ کرلو ہماری آزادی کی بقا اور اسکا عروج ان سب کا مدار صرف ہماری اسلامی زندگی پر منحصر ہے اور ہم بھی اسی وقت ایک زندہ قوم کہلانے کے مستحق ہو سکتے ہیں جبکہ ہماری زندگی خالص اسلامی زندگی ہو ہمیں اللہ و رسول کے حکم پر چلنا چاہئے ہمیں یوروپ و ایشیاء کی تقلید سے کیا واسطہ جب ہم صحیح معنیٰ میں مسلمان تھے تو دنیا نے ترقی کی راہیں ہم سے معلوم کیں اور آج ہم اپنے مقدس دین سے بے بہرہ ہو کر سب کچھ کھو بیٹھے اور یہ سب کچھ ابلیس لعین کی غلامی سے ہوا اور ہم اب تک یہ نہ سمجھے کہ یہ اولاد آدم کا وہ بدترین دشمن ہے کہ کبھی کسی انسان کا ہمدرد ہو ہی نہیں سکتا وہ ہمارے باپ آدم کو سجدہ نہ کرنے کے قصور میں جنت سے نکالا گیا اسکی جنت ہمارے باپ آدم کی بدولت گئی تو وہ اولاد آدم کو بھی جہنم کا ایندھن بنانا چاہتا ہے ہم اپنی حماقت سے اسکی انگلیوں پر ناچ رہے ہیں اور اللہ و رسول کو بیزار کر رہے ہیں حالانکہ رب العزت نے قرآن پاک میں جگہ جگہ بتا بھی دیا ہے کہ۔

ان الشیطان للانسان عدو مبین ۔ بیشک شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے۔

کافروں پر اسنے قابو پا لیا ہے تو انہیں کے ہاتھوں سے

کروڑوں خدا بنوا لئے تم مسلمان کے گھر میں پیدا ہوئے تھے تو شرک کی لعنت سے بچے رہے مگر اس نے کام تم سے بھی وہ کرا دیئے کہ خدا وند عالم راضی تم سے بھی نہیں اور ہماری تمہاری بداعمالیاں سرکار دو عالم ﷺ کا پاک دل دکھا رہی ہیں افسوس کہ ہمیں دوست و دشمن کی تمیز بھی نہ رہی خدارا سوچیئے کہ ہم اپنے دشمن کو تو خوش کر رہے ہیں اور خدا کے حبیب ﷺ کا دل دکھا رہے ہیں یہ وہ پیارے رسول ہیں کہ کل قیامت کے دن جب باپ بیٹے اور بھائی بھائی کو نہ پوچھے گا نفسی نفسی کا دور ہو گا اس وقت آپ اپنے ایک ایک امتی کو ایسے ڈھونڈینگے جیسے ماں اپنے ایک لوتے بچے کو تلاش کرتی ہے آپکو اس دن اپنی فکر نہ ہوگی گنہگاران امت کی فکر ہوگی کہ ان پر مصیبت کا کوئی پہاڑ نہ ٹوٹ پڑے آپ سے بعض صحابہ نے عرض کیا کہ سرکار ہم میدان قیامت میں کہاں تلاش کریں ارشاد فرمایا تین جگہ پل صراط یا حوض کوثر یا وزن اعمال کی جگہ۔ پل صراط پر امت گزر رہی ہوگی پل صراط بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہے جس میں کفار کٹ کٹکر جہنم میں گر رہے ہونگے گنہگار مسلمان زخمی ہو رہے ہونگے اور آپ بادیدۂ پرنم کھڑے دعا کر رہے ہونگے رب سلم رب سلم۔ اے خدا تو میری امت گنہگاروں کو بچالے۔

ادھر حوض کوثر پر ایک انبوہ کثیر پہونچا ہوا ہے پیاس سے لوگوں کی جان نکل رہی ہے تو انکو آپ آبِ کوثر سے سیراب فرمائے

نگے ادھر اعمال وزن ہو رہے ہیں کسی کا نیکیوں کا پلہ ہلکا ہوا ہے اس وقت کون ہے جو مدد کرے آپکے امتی کو مایوسیوں نے گھیرا ہے وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہا ہے کوئی ہمدرد نظر نہیں آتا وہ لرز رہا ہے کہ کوئی دم جاتا ہے کہ جہنم کے بھڑکتے ہوئے شعلوں میں پھیک دیا جاؤں گا اسکے کرب و بے چینی کی کوئی انتہا نہیں ہے اسی حالت میں اچانک آپ اسکی مدد کو پہنچے نگے اور آپ کے دم قدم سے اسکی نیکیوں کا پلہ بھاری ہو جائے گا اور جنت الفردوس جانے کا حکم مل جائے گا قیامت کا دن ہر اعتبار سے قیامت کا دن ہے یہی قیامت کیا کم ہے کہ وہ پچاس ہزار برس کا ایک دن ہے وہ سارا دن آپ کو اسی دوڑ دھوپ میں گذر جائے گا مگر سرکار کی پیشانی مبارک پر شکن بھی نہ آئے گی اس زحمت اس مشقت کو بخوشی برداشت فرمائیں گے یہ تو سرکار کی رائفت ورحمت کا حال ہوگا اب ہمیں دیکھئے کہ اس پیارے اور چاہنے والے رحمت عالم کا بڑے جوش وخروش سے دل دکھاتے اور دل دکھا کر خوش ہوتے ہیں معصیت کر کے جو مسرت ہمیں ہوتی ہے وہ یہی معنیٰ رکھتی ہے ہمیں شرم نہیں آتی ہمارا ہاٹ فیل نہیں ہوتا سیلاب آیا اور ہم ڈوب نہ گئے آسمان ہم پر نہ پھٹا زمین ہمیں لیکے دھس نہ گئی ہماری حرکتوں کی یہی سزا ہونی چاہئے تھی یہ بھی سرکار ہی کا صدقہ ہے کہ ہم آج پھر ہٹے کٹتے موجود ہیں ہمیں اپنے قصور کی اگر کچھ ندامت ہے تو دامان رحمت الٰہی ہر وقت پھیلے ہوئے ہیں سرکار

ہماری سفارش کیلئے موجود ہیں ہمیں چاہئے کہ ہم صدق دل سے توبہ کریں اور سرکار دوعالم ﷺ کا دامن رحمت مضبوط پکڑ لیں ہماری دعا اس طرح ہونی چاہئے کہ اے رب ہم تیرے حبیب اکرم کے نام لیوا ہیں تیرے عاصی بندے ہیں اپنی نافرمانیوں سے شرم شار ہیں ہمارا منہ نہیں پڑتا کہ کچھ عرض کریں تو ہمارے تمام صغیرہ اور کبیرہ گناہ اپنے حبیب سید عالم ﷺ کے صدقہ میں معاف فرما اور ہمیں خیر کی توفیق عطا فرما ہم تیرے بھروسے پر تجھ سے وعدہ کرتے ہیں کہ آئندہ ہم سب اپنے دلوں کا جائزہ لیں گے تیری اور تیرے حبیب کی اطاعت کرینگے روزہ نماز کی پابندی کرینگے زکاۃ ادا کرینگے حج کی فرضیت کا پورا احترام کرینگے اور اپنے ہر کام میں احکام شریعت کو اپنائیں گے ہم جھوٹ، بغض، حسد، زنا شراب، جوئے وغیرہ کی لعنتوں سے تیری بارگاہ میں صدق دل سے تائب ہوتے ہیں۔ اے رب بطفیل تاجدار عرب ہماری توبہ قبول فرما اور ہمیں توبہ پر استقامت بخش۔ آمین

لیجئے تو اب سنئے نماز کیا چیز ہے۔ اسکے مبادی کیا ہیں وہ کیسے ادا ہوتی ہیں اور اسکے صحیح ادا کرنے والے کو اسکے ادا کرنے سے کیا کیا فوائد حاصل ہوتے ہیں نماز خدا کے دربار کی پانچوقت حاضری کا نام ہے دیکھو تم جب کسی بڑے آدمی کے پاس آنے جانے لگتے ہو اور اسکے ساتھیوں میں تمہارا شمار ہو جاتا ہے تو لوگ تم پر بیجا جبر وتشدد نہیں کر سکتے تمہارے بہت سے مخالفوں کی ہمتیں پست ہو جاتی ہیں اور ہے

بھی یہ کہ تمہارا کوئی قضیہ اگر چلتا ہے تو وہ بڑا آدمی تمہاری مدد کرتا ہے اور تم دشمنوں کی زد سے بھی بچ جاتے ہو تو کیا خداوند عالم سے بھی کوئی بڑا ہو سکتا ہے اور تم جب اسکے درباری ہو حاضر باش ہو تو وہ کیا تمہاری مدد نہ کریگا وہ تو خود فرماتا ہے۔

من کان لله کان الله له۔ جو خدا کا ہو جائے خدا بھی اسکا ہو جاتا ہے
جب خدا تمہارا ہو جائے گا تو خدائی میں کیا جان ہے جو تمہیں ستائے۔

لو سنو۔ نماز کے مبادی کیا ہیں نماز بغیر طہارت اور پاکی کے نہیں ہوتی اور نماز کی طہارت وضو و غسل ہے اور وہ بالکل حفظان صحت کے اصول پر ہے وہ ہماری تندرسی کی ضامن ہے ہماری جسمانی صحت کو اسلامی طہارت سے جو فائدے حاصل ہوتے ہیں وہ تھوڑے نہیں ہیں جو اس مختصر سے رسالہ میں لکھ دیئے جائیں اس وقت صرف اتنا ہی سمجھ لیجئے کہ بدن کی صفائی ستھرائی پر تندرستی کا مدار ہے اور اس دین میں صفائی ستھرائی کیسی ہوگی جسکی بنیاد ہی صفائی ستھرائی اور پاکیزگی پر پُر ہو ارشاد سرکار رسالت ہیں۔

بنی الدین علی النظافة۔ دین اسلام کی بنیاد ہی پاکیزگی پر ہے۔
اور جس دین میں پاکی اور پاکیزگی کو برابر کا حق دیا گیا ہے۔ ارشاد فرماتے ہیں۔

الطہور نصف الایمان ۔ پاکی آدھا ایمان ہے۔

اس میں پاکی اور صفائی ستھرائی کا کیسا لحاظ رکھا گیا ہوگا۔

نماز کیسے ادا ہوتی ہے ۔آپ نے وضو کر لیا اور اس سے طہارت ظاہری حاصل ہوگئی کہ اسکے بغیر نماز ہی جائز نہیں تو اب طہارت باطنی کی بھی ضرورت ہے وہ دل و دماغ کا سکون اور یکسوئی ہے کہ جس وقت آپ نماز میں داخل ہوں ۔ دنیا و مافیہا سے بالکل بے نیاز ہو جائیں صرف اللہ تعالی سے لو لگی ہو دل بارگاہ الٰہی میں جھکا ہو زبان مصروف مناجات ہو سارے اعضاء بدن سے اس مناجات کی عملی تصدیق ہو رہی ہو تو حقیقی نماز ہوگی ۔ سرکار دو عالم ﷺ نے نماز کے دو درجے ارشاد فرمائے ہیں۔

ان تعبد الله كانك تراه فان لم تكن تراه فانه يراك ۔ خدا کی عبادت اس طرح کرو گویا تم اسے دیکھ رہے ہو اور اگر اتنا نہیں کر سکتے تو کم سے کم دل میں یہ ہی ٹھان لو کہ وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔

اگر تم پہلے درجے کی نماز نہیں پڑھ سکتے تو دوسرا درجہ حاصل کرنے کی کوشش شروع کر دو کسی نہ کسی دن تم خدا چاہے پہلے درجے کی نماز پڑھنے لگو گے اس وقت تمہاری نماز حقیقی نماز ہو جائے گی اور خداوند عالم کا یہ وعدہ تم سے بھی پورا ہوگا ۔ ارشاد فرماتا ہے کہ۔

مايزال عبدی يتقرب الی بالنوافل حتی احببته فاذا

حببته کنت سمعه الذی یسمع به و بصره الذی یبصر به ویده التی یبطش بها ورجله الذی یمشی بها و فواده الذی یعقل به و لسانه الذی یتکلم به۔

ترجمہ۔جب نفل نماز سے بندہ میری نزدیکی چاہتا ہے تو اسے میں دوست بنالیتا ہوں اور جب دوست بنالیتا ہوں تو میں اسکے کان ہو جاتا ہوں جن سے وہ سنتا ہے اور اسکی آنکھیں ہو جاتا ہوں جن سے وہ دیکھتا ہے اور اسکا ہاتھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اسکا دل ہو جاتا ہوں جس سے وہ سمجھتا ہے اور اسکی زبان ہو جاتا ہوں جس سے وہ بات کرتا ہے۔

خداوند کریم نے اپنے حبیب ﷺ کی معرفت نمازیوں سے وعدہ فرمایا تھا جو ہزاروں لاکھوں جگہ پورا ہو کر رہا میں اسکے ثبوت میں سب سے پہلے ایک ایسی روایت پیش کرتا ہوں جس پر دنیائے اسلام متفق ہے اور چونکہ وہ روایت تاریخی حیثیت رکھتی ہے اسلئے وہ غیر مسلم موٴرخین کو بھی ماننا پڑیگی سیدنا عمر رضی اللہ تعالی عنہ کا دور خلافت ہے آپ مسجد نبوی میں سر ممبر خطبہ دے رہے ہیں اور لشکر اسلام اس وقت ملک فارس میں سیکڑوں میل کی مسافت پر مقام نہاوند جہاد کر رہا ہے حضرت ساریہ سردار لشکر ہیں وہی لڑا رہے ہیں دوران خطبہ میں سیدنا عمر دفعةً چلائے اور فرمایا۔

یا ساریة الجبل یا ساریة الجبل ۔اے ساریہ پہاڑ کی پناہ

لواے ساریہ پہاڑ کی پناہ لو۔

یہ بات حاضرین مسجد کیلئے بڑی حیرت کا باعث ہوئی بات یہ تھی کہ سیدنا عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے مسجد نبوی سے یکا یک نہاوند کا میدان جنگ دیکھ لیا اور کفار کا ارادہ معلوم کر لیا کہ وہ لشکر اسلام پر گھیرا ڈال رہے ہیں وہ چاہتے ہیں کہ گھیرے میں لیکر اسلامی لشکر کا خاتمہ کر دیں اس وقت آپکی سمجھ میں گھیرے سے بچنے کی جو تدبیر آئی وہ یہ تھی کہ ساریہ اس وقت پہاڑ کو پشت پر لیلیں تو گھیرے سے بچ سکتے ہیں اور واقعی بچاؤ کی تدبیر بھی یہ ہی ہو سکتی تھی وہاں تک فوری خبر بھیجانے کے لئے نہ اس وقت تار تھا نہ ٹیلی فون آپ نے مدینہ میں مسجد نبوی میں کھڑے یہ فرمایا کہ۔

یا سارية الجبل یاسارية الجبل

نہاوند کے میدان جنگ میں حضرت ساریہ نے امیر المؤمنین سیدنا عمر رضی اللہ تعالی عنہ کی آواز سنی اور پہچانی آپ جب متنبہ ہوئے (غور کیا) تو انہیں بھی وہی نقشہ جنگ نظر آیا جو سیدنا عمر نے مسجد نبوی سے دیکھا تھا اسی وقت آپ نے سیدنا عمر رضی اللہ تعالی عنہ کے مشورہ پر عمل کیا اور لشکر کو پیچھے ہٹا کر پہاڑ کو پشت پر لے لیا اللہ تبارک وتعالی نے دل ہو جانے اور آنکھ ہو جانے اور کان ہو جانے کا وعدہ امیر المومنین سیدنا عمر رضی اللہ تعالی عنہ سے پورا کر دیا کہ آپ نے مسجد نبوی کے ممبر سے نہاوند کے لشکر کفار کا ارادہ معلوم کر لیا اور اتنی

طویل مسافت سے انکی نقل وحرکت دیکھ لی اور حضرت ساریہ کو متنبہ کیا
تو سیکڑوں میل آواز پہنچ گئی یہ تھا وہ وعدہ۔
بصره الذی یبصر به و فواده الذی یعقل به و
لسانه الذی یتکلم به کا مظاہرہ اور حضرت ساریہ نے اتنے
دور ودراز مقام پر آواز سن لی یہ تھا۔ سمعه الذی یسمع به کا
مظہر کہ خداوند عالم نے ان قوتوں میں ایسا اضافہ فرمایا جس سے
نزدیک ودور یکساں ہوگئے یہ ہیں وہ نمازی جو دلوں کا راز معلوم کر
لیتے ہیں انکی سمع و بصر انکی رفتار وگفتار میں نزدیک ودور کی
کوئی قید ہی نہیں رہتی یہ ہے نماز اور نمازی کی روحانی اور باطنی قوت
اب ظاہری قوت کا حال سنئے رب العزت خود ارشاد فرماتا ہے۔
وعدالله الذین اٰمنوا منکم و عملواالصٰلحٰت
لیستخلفنهم فی الارض کما استخلف الذین من قبلهم
و لیمکنن لهم دینهم الذی ارتضی لهم و لیبدلنهم من
بعد خوفهم امنا یعبدوننی لا یشکرون بی۔
ترجمہ۔اللہ نے وعدہ دیا انکو جو تم میں سے ایمان لائے اور اچھے کام
کئے کہ ضرور انہیں زمین میں خلافت دے گا جیسی ان سے پہلو کو دی
اور ضرور انکے لئے جمع دے گا انکا وہ دین جو انکے لئے پسند فرمایا ہے
اور ضرور انکے اگلے خوف کو امن سے بدل دیگا میری عبادت کرے
میرا شریک کسی کو نہ ٹھرائے۔

اس آیۂ کریمہ کے ذریعہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اعلان کر دیا

ہے کہ تم نے اگر عبادت کا سلسلہ جاری رکھا تو اس صفحہ ہستی پر تمہیں کو
بادشاہ بنا دیا جائے گا اور تمہارا دین دنیا بھر میں پھیلا دیا جائے گا تم
آج دشمنوں سے ڈر رہے ہو لرز رہے ہو تو یہ خوف امن سے بدل دیا
جائے گا۔ غور کرو اور سوچو کہ بھلائی سے دین و دنیا ملتے ہیں تو بھلائی
کیوں نہ اختیار کی جائے اور بھلائی کا سنگ بنیاد نماز ہے تو جو دین و
دنیا لینے کا ارادہ رکھتا ہو وہ نماز شروع کر دے قرآن کا ارشاد ہے کہ۔
نماز برائیوں سے روکتی ہے اور بھلائی کا درس دیتی ہے۔
تو جسکی نماز اسے برائیوں سے نہ روکے وہ یقین کر لیں کہ اسکی نماز
حقیقی نماز نہیں ہو رہی ہے اسے صحیح کر لے پہلے وضو صحیح کرے پھر نماز
صحیح کرے انسان پر شیطان ایسا چھایا ہے کہ آدمی نے نماز کی نیت کی
اور دنیا بھر کے قصے دل و دماغ میں آنے لگے کوئی گھر بار کے قصوں
میں الجھ رہا کوئی یار و مددگار کے قصوں میں کوئی کھیل تماشوں میں الجھا
کسی نے اپنے مستقبل کا نقشہ پھیلا دیا غرضکہ نماز میں بھی خدا ہی یاد
نہ آیا تم تو اپنے ارادے سے نماز میں کھڑے ہوئے تھے شیطان نے
تمہیں بہت دور پھینک دیا تمہیں اگر اسکا احساس ہو تو اس مرض کا
علاج کرو اس کا علاج جو علماء ربانی نے بتایا ہے اور جو نماز کی الف
بے صحیح کرنے کا قاعدہ مقرر فرمایا ہے وہ اسماع نفس ہے (اپنا پڑھنا
خود کو سنانا) کہ جہاں خود پڑھتے ہو اس طرح پڑھو کہ تم اپنے کانوں
سے سن سکو کہ قراءت اور ساری تسبیحات والتحیات سنو اور خوب کان

لگا کر سنو اور اگر امام کے پیچھے پڑھ رہے ہو تو جہاں وہ قراءت کرے وہاں پوری توجہ سے اسکی قراءت سنو اور جو کچھ خود پڑھو۔ اسے بھی سنو اس واسطے کہ سرکار فرماتے ہیں۔

ان اللہ لا ینظر الی صورکم ولکن ینظر الی قلوبکم

۔خداوند عالم تمہاری صورتیں نہیں دیکھتا وہ تو تمہارا دل دیکھتا ہے۔

اور جہاں نہ خود پڑھ سکتے ہو اور نہ امام پڑھ سکتا ہے وہاں پوری توجہ سے بارگاہ الٰہی کی طرف لو لگائے کھڑے رہو۔ اس طرح شیطان تمہاری نماز خراب نہ کر سکے گا یہ نماز حقیقی نماز کا پیش خیمہ ہے اگر اس انہماک سے تم نماز پڑھنے لگے تو ایک دن خدا چاہے تمہاری نماز حقیقی نماز ہو کر رہے گی اور اس وقت تم نماز کے وقت کا بے تابی سے انتظار کیا کرو گے کہ کب وقت آئے جو میں اپنے رب سے ہم کلام بنوں میں حال دل عرض کروں اور وہ سنے یہ ہوگی وہ نماز جسکے عرش پہ چرچے ہونگے اللہ تبارک وتعالیٰ دریافت فرمائے گا کہ اے فرشتو تم دنیا سے آئے ہو میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑا ہے وہ عرض کرینگے کہ تیرے بندے تیری نماز میں مصروف تھے سجدہ نماز ہی کا ایک رکن ہے جسمیں بندہ اپنے رب سے سب حالتوں سے زیادہ قریب ہوتا ہے قرب الٰہی وہ شرف ہے کہ جان دیکے ملے تو سستا ہے جو حقیقی نماز کے نمازی کو ایک سجدہ میں حاصل ہو جاتا ہے۔ حقیقی نماز کا ایک اور واقعہ سن لیجئے وہ بھی تاریخی واقعہ ہے حضرت جنید

بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعظ فرمارہے ہیں آپکے دوران وعظ میں ایک نصرانی آپ سے سوال کر بیٹھا۔

اتقوا فراسة المومن فانه ينظر من نور الله۔ مسلمان کی دانائی سے ڈرو کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نور سے بہت کچھ دیکھ لیتا ہے۔

عرض کرتا ہے کہ اس حدیث کے معنیٰ بتائیے وہ اس دور کے اکثر علماء سے یہ سوال کر چکا تھا مگر اسکی تسکین کہیں نہ ہوئی حضرت جنید نے سب سے پہلے اسکے دل کا جائزہ لیا تو دیکھا کہ اسلام اسکے دل میں پورا پورا گھر کر چکا ہے کچھ ایسے ہی شکوک وشبہات ہیں جو باقی رہ گئے ہیں آپ نے فرمایا تمہارے اسلام لانے کا وقت آ گیا اسکا جواب یہ ہی ہے کہ تم ایمان لے آؤ اسکی اس جواب سے تسکین ہوگئی کہ واقعی مسلمان خدا کے نور سے دلوں کا حال معلوم کر لیتا ہے وہ فوراً مشرف باسلام ہوگیا یہ ہے حقیقی نماز اور اسکے اثرات و برکات حضرت زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب نماز کیلئے وضو فرماتے تو آپکا گلاب سا چہرہ زرد ہونے لگتا اور نماز کے بعد تک یہی حالت رہتی دوران وضو میں ایک صاحب نے سوال کر دیا کہ یا امام خیریت ہے اس وقت آپکی کیا حالت ہے کہ چہرہ انور زرد ہوگیا ہے ارشاد فرمایا کہ دیکھتے نہیں ہو کس جبار وقہار بادشاہ کے دربار میں جارہا ہوں بات یہ ہے کہ آپ نے نماز کے ارادے سے ظاہر کی طہارت شروع کی تو آپ کے باطن نے اپنی طہارت شروع کر دی خوف وخشیت نے

دل میں اترنا شروع کیا دل خیال غیر سے پاک وصاف ہو گیا اس خوف وخشیت کے اثر سے چہرہ انور زرد ہو گیا اولیاء کرام کی تو روزمرہ کی زندگی میں اس حدیث احببتہ کے مظاہر اکثر و بیشتر ملتے ہیں انکے کان زبان انکی ناک ہاتھ پاؤں دنیا سے نرالے ہی ہوتے ہیں نماز ہی ایک ایسا فرض ہے کہ مرد پر واجب ہونے کے دن سے مرتے دم تک کبھی معاف نہیں ہوتا خیال تو کیجئے کہ میدان جنگ میں مسلح دشمن سامنے کھڑا ہے جان کی بازی لگ رہی ہے موت وحیات کا سوال در پیش ہے مگر نماز اس وقت بھی معاف نہیں ہوتی صرف اتنا ہے کہ موقعہ کی نزاکت کے لحاظ سے چند ضروری احتیاطیں اضافہ کر دی گئیں ہیں اور میدان جنگ کی نماز کا نام صلوٰۃ الخوف رکھ دیا ہے اور فقہ کی کتابوں میں اسکا مستقل باب کر دیا گیا ہے جس میں اسکے احکام فقہائے کرام نے جمع کر دیئے ہیں اندازہ تو کیجئے کہ دشمن یلغار کر رہا ہے دار و گیر کا بازار گرم ہے مگر جب نماز کا وقت آ گیا تو مسلمان خدا کے دربار میں حاضر ہو گیا۔

آ گیا عین لڑائی میں اگر وقت نماز
قبلہ رو ہو کے زمیں بوس ہوئی قوم حجاز

اب حفظان صحت کی طرف دیکھئے بڑے بڑے ماہر ڈاکٹروں کا اس پر اتفاق ہے کہ معدے کو ہضم میں جن جن حرکتوں کی ضرورت ہے وہ سب نماز میں جمع کر دی گئیں ہیں تو غذا کے ہضم میں

بھی نماز سے مدد ملتی ہے سیاسی نقطۂ نظر سے دیکھئے تو نماز مساوات کا بہترین سبق ہے جماعت قائم ہوئی تو۔

ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز
نہ کوئی بندہ رہا اور نہ کوئی بندہ نواز

اور یہ بھی دنیا نے مان لیا ہے کہ نماز سے بہتر تنظیم کسی مذہب وملت میں نہیں ہے اب اس نماز کا حال سنئے جو ہم آپ پڑھ رہے ہیں ادھر نماز کی نیت کی ادھر دنیا بھر کے جھگڑوں نے آگھیرا کوئی بی بی بچوں میں الجھا رہا کوئی لین دین کا حساب جوڑنے لگا کوئی اپنے معاملات میں کامیابی کی تدبیریں سوچنے لگا غرضکہ ایک خدا کی یاد کے وقت ہزاروں بتوں نے آگھیرا ہے اس نماز کے بعد ہمیں خود کو کوئی مسرت نہیں ہوتی تو یہ نماز خدا کو کیا خوش کریگی اور ہم اس سے اسکا کیا صلہ لے سکینگے۔

کبھی روبقبلہ کھڑا ہوا تو حرم سے آنے لگی صدا
تیرا دل تو ہے صنم آشنا مجھے کیا ملے گا نماز میں

یہ بارہا کا تجربہ ہے اگر ایک سجدہ بھی صحیح معنیٰ میں نماز کا سجدہ ہو گیا تو ہمارے دل پر بھی مسرت کی لہر دوڑے گی تو معلوم ہوا کہ یہ کام مشکل بھی نہیں توجہ اور اخلاص نیت کی ضرورت ہے۔ تم تجربہ کے طور پر کچھ دن مرد مسلم بنکر دیکھو تم خود سمجھ لو گے کہ ہم کس قدر پستی میں چلے گئے تھے اور اب اتنی ہی مدت میں کتنی بلندی پر آ گئے آخر میں اپنے

نوجوان بھائیوں سے میری یہ گذارش ہے کہ مسلم قوم کا بار تمہاری گردن پر آرہا ہے تو اپنے دور کو خیر و برکت والا دور بنانے کیلئے اٹھو کمر ہمت چست کرو خود سنبھلو اور قوم کو سنبھالو ورنہ تمہاری قوم سے یہ مدینہ پاک کا معزز مہمان (اسلام) رخصت ہونا چاہتا ہے اور یہ پیارا دین تمہارے دیار سے تمہارے دور میں جا رہا ہے اسکے فیوض و برکات برابر اٹھتے چلے جا رہے ہیں تمہیں اپنے دین سے محبت ہے تو جان کی بازی لگا دو مگر دین کو جانے نہ دو لوگ یہ کہہ دیا کرتے ہیں کہ خدا ہی سنبھالے تو سنبھلے اور خداوند عالم صاف فرماتا ہے کہ۔

ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسھم۔خدا کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک کہ وہ خود اپنی حالت نہ بدلیں۔

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جسکو خیال آپ اپنی حالت بدلنے کا

جب تک تم خود عملی قدم نہ اٹھاؤ گے اس وقت تک کچھ نہ ہوگا اور مایوسی ہمارے مذہب میں گناہ ہے قرآن پاک میں سیدنا یعقوب علیہ السلام کا ارشاد منقول ہے ۔خدا کی رحمت سے ناامید نہ ہو اللہ کی رحمت سے ناامید نہیں ہوتے مگر کافر لوگ۔

ہماری ترقی ہمارا تنزل رب العزت نے بظاہر ہمارے ہاتھ میں دے دیا ہے اب ہم سے زیادہ کون گدھا ہوگا کہ ترقی کو ٹھکرائیں اور تنزل کو ازخود اختیار کریں دیکھو جن مسلمانوں نے اللہ اور اسکے پیارے

رسول کو راضی کرلیا تھا انکی شوکت وعظمت کا آج تک دنیا میں ڈنکا بج رہا ہے اور وہ صدیاں گذرنے پر بھی آسمان عزت کے چاند تارے بنے ہوئے ہیں پیارے نوجوانوں تم مسلمان ہو اسلام کی خدمت تمہارا اولین فرض ہے اور نماز کی تحریک اسلام کی بہترین خدمت ہے اس تحریک کو اگر تم نے چلایا اور قوم سنبھل گئی تو تم تاریخ عالم میں ایک نیا باب کھول دو گے اور تاریخ کے صفحات میں کوئی اچھی جگہ حاصل کر لو گے آنے والی نسلیں تمہاری تعریف کے گیت گائیگی دیکھو اس دنیا میں آئے ہو تو لوح ہستی پر کوئی ایسا نقش بنا جاؤ جو صدیوں نہ مٹ سکے انقلاب آتے ہیں حکومتیں مٹتی ہیں قومیں فنا کے گھاٹ اترتی ہیں مگر اللہ کے پیارے بندوں کی عزت وعظمت اور انکی شہرت میں فرق نہیں آتا وہ سب انقلاب سے پہلے جیسے چمک رہے تھے آج بھی ویسے ہی درخشاں ہیں۔

اے نوجوانوں تم نونہالان اسلام ہو حیا اسلام کا خاص جوہر ہے تمہاری حیا کہا گئی تمہاری عزت کو کیا ہو گیا کیا تمہیں اپنی ذلت و رسوائی کا احساس بھی نہیں رہا کہ آجکل دنیا میں مسلمان کی حقیقت کتے سے زیادہ نہیں رہ گئی ہے کبھی تم نے یہ بھی خیال کیا کہ تم کون ہو تم سیدنا آدم علیہ السلام کے خلف ہو جن کو رب العزت نے سب سے پہلے تاج خلافت پہنایا اور اپنا خلیفہ بنا کے بھیجا یہ سلسلہ خلافت انبیاء علیہم السلام میں چلتا رہا یہاں تک کہ ہمارے سرکار سید عالم ﷺ

آخری خلیفہ اور خلیفہ اعظم ہوئے ہم انکے غلام اور نام لیوا ہیں شیطان نے آدم علیہ السلام کو سجدہ نہ کیا تو جنت سے نکال دیا گیا ہم انہیں کی اولاد ہیں اور ذلیل ہیں بات صرف اتنی ہے کہ ہم میں سے جنہوں نے شرط خلافت پوری کی وہ اس زمین پر بڑی شان وشوکت سے خلافت کر گئے۔ شرط خلافت ملاحظہ ہو۔

انتم الاعلون ان کنتم مومنین ۔ تمہیں بلند وبالا رہوگے اگر تم مسلمان ہو۔

تو اے نوجوانان اسلام ہمت نہ ہارو اور مایوسی پاس نہ آنے دو۔ یہ زمین اور اسکے دریا، باغات، محلات، تری، خشکی جیسے پہلے تمہاری تھی پھر تمہاری ہو جائیگی تم سنبھلو اور قوموں کو سنبھالو اپنی چیز خود لو اب اسکے بعد شک کیا رہا جب تم نے رب کا فرمان سن لیا اور اگر تمہیں اس وعدۂ کریمہ میں شک ہے تو اپنے دل سے فتویٰ لو کہ تم مسلمان بھی ہو کہ نہیں اب تو تمہاری عزت ذلت بننا بگڑنا تمہارے ہاتھ میں ہے دشمنوں کا تسلط سزا ہے جب تم جرائم چھوڑ دوگے تو سزا بھی ختم ہو جائے گی اور جو کچھ تم سے چھینا ہے تمہیں کو پھر مل جائیگا اللہ تعالی کو تمہاری رسوائی پسند نہیں سرکار دو عالم ﷺ کو تمہاری ذلت سے سخت ایذا پہنچ رہی ہے ذلت کو تمہیں نے خود پسند کر رکھا ہے مومن ہونا شرط عزت ہے تم مومن کامل ہوگے تو غیرت حق جوش مارے گی اور دنیا کو کروٹ بدلنا پڑے گی۔

نماز پڑھنے سے کیا ہوتا ہے

از۔حضور امین شریعت حضرت علامہ سبطین رضا خاں صاحب بریلوی

ارشاد نبوی ہے۔نماز میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔

(۱) نماز دربار الٰہی میں دن رات میں پانچ بار حاضری اور اس سے ہم کلامی کا شرف بخشتی ہے جو مسلمانوں کی معراج ہے۔

(۲) نماز خدا اور بندہ کا رشتہ مضبوط کرتی ہے۔

(۳) نماز برائیوں اور بے حیائیوں سے بچاتی ہے۔

(۴) نماز ہی کے ذریعہ دنیا کی زندگی میں بندہ کو خدا سے سب سے زیادہ قرب حاصل ہوسکتا ہے۔

(۵) نماز ہی میں بار بار خدا کے وجود اور اسکے عظمت و جبروت کا مطالعہ اور اپنی فروتنی کا عملی ثبوت ملتا ہے۔ جو روح ایمان ہے۔

(۶) نماز کا مقصد اپنے دل و دماغ میں عقیدۂ عبدیت کا راسخ کرنا ہے۔

(۷) قرآن پاک کے تحفظ کا ایک ذریعہ ہے۔

(۸) نماز کی طہارت بدن کے کھلے حصے کو جراثیم کے نفوذ سے بچائے رہتی ہے۔

(۹) نماز اجتماع و تنظیم کا پہلا قدم ہے۔

(۱۰) نماز کا ایک بڑا فائدہ نمازیوں کا اتحاد ہے۔جس سے قرون اولیٰ میں مسلمانوں کو متحدہ قوم بنانے میں بڑی مدد ملی ہے۔صفوں کی

آراستگی اور مل جل کر کھڑے ہونے شاہ و گدا کا فرق مٹتا ہے۔ جو اسلام میں مساوات قومی کا پہلا سبق ہے۔

(۱۱) نماز کی پابندی وقت کی پابندی کا خوگر بناتی ہے،

(۱۲) نماز ایک روحانی ورزش کا نام ہے جو روح کو پاکیزہ اور آدمی کو مہذب بناتی ہے۔

(۱۳) نماز ہر حال میں فرض ہے ہر فرض سے پہلے فرض ہوتی ہے اور ہر فرض کے بعد تک فرض رہتی ہے اسلئے زندگی کے آغاز ہی میں نماز کی یاددہانی آذان کے ذریعہ ہوئی اور موت کے بعد اس نئی زندگی کا افتتاح بھی نماز ہی سے کیا گیا۔

(۱۴) نماز ہمارے تمام دکھوں کا علاج اور دردوں کا مداوا ہے۔

غم حسین کے دن قوم مست عیش و طرب
بھلا کے رکھ دیا سب کارزار نقش حسین
یزیدیت کے مناظر یہ عورتوں کے ہجوم
پھر اس پہ طرفہ ستم یہ بیادگار حسین

مراسم محرم اور مسلمان

حضور امین شریعت حضرت علامہ
سبطین رضا خاں
صاحب بریلوی

مراسم محرم اور مسلمان

تمام تعریف اس خدائے بزرگ و برتر کیلئے جو جگ کا پالنہار ہے اور بے انتہاء درود اسکے رسول و نبی پر جنکے اسم گرامی محمد ﷺ ہے اور جو رسولوں کے سردار ہیں بعد حمد وصلوۃ کے مقام صد افسوس ہے کہ مسلمان دین ومذہب سے بے تعلق ہو گئے اسلام کی کوئی جھلک انکی زندگیوں میں نظرنہیں آتی سیرت وصورت، اخلاق وکردار سب تباہ وبرباد ہو چکا ہے نہ عبادت کی طرف توجہ ہے اور نہ معاملات کی درستگی کا کوئی خیال۔ مؤذن پانچوں وقت نماز کیلئے بلاتا ہے اور ہم بیہودہ باتوں میں مصروف رہتے ہیں۔ رمضان المبارک کا مہینہ آتا ہے اور ہم بلا شرم وجھجک کھاتے پیتے عام راستوں پر نظر آتے ہیں چلتے پھرتے چائے پان اور سگریٹ نوشی کے ذریعہ رمضان المبارک کی توہین کرتے ہیں۔

زکاۃ فرض ہوگئی مگر مسلمان کا مال عیاشی شراب نوشی ،سینما اور جوئے بازی سے، نہیں بچتا تو زکاۃ کیوں دے حج فرض ہوگیا مگر ہم حج کیلئے جائیں تو کیسے جائیں ،ہمیں تو الیکشن لڑنا ہے، عالیشان عمارت بنانی ہے ،لڑکے لڑکی کی شادی میں اپنے دولت مندی کی نمائش کرنی ہے وقت اور روپیہ ان سب کاموں کیلئے ہے مگر خدا کو ناراض کرنے اور اسکے غیظ وغضب کو بھڑکانے کیلئے ہم نے کوئی کسر اٹھا نہ رکھی یہی وجہ ہے کہ

عربوں کے تعداد میں ہوتے ہوئے بھی مسلمان دنیا میں ذلیل ورسوا ہو رہے ہیں اور کتنی عجیب بات ہے کہ اگر بعض مخصوص مہینوں میں مسلمان دین ومذہب کی طرف کچھ جھکتے بھی ہیں تو رسم ورواج کی آڑ لیکر دین ومذہب کے نام پر وہ سب کچھ کر گذرتے ہیں جسکا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہوتا ہے اور اس طرح سارے کئے ہوئے پر پانی پھیر دیتے ہیں اب ثواب کے بجائے گناہوں سے اپنا دامن بھر لیتے ہیں مثال کے طور پر مسلمان شب براءت میں پڑھتے ہیں ایصال ثواب کرتے ہے تو آتش بازی، پٹاخے، پھلجھڑیا ضرور چھوڑتے ہے اور بچوں کو پیسے دیکر اس بری باتوں کی طرف ان کا قدم بڑھاتے ہیں حالانکہ بچوں کو اس کے لئے پیسے دینا یا اسکا مسلمانوں کے ہاتھ بیچنا ،بنانا خریدنا ،سب ناجائز ہے اور رمضان المبارک میں اگر کچھ مسلمان روزے رکھیں گے ،تراویح پڑھیں گے تو عید کے دن انہیں میں سے بہت ہوں گے جو دل کھول کر دکھاوے کے لئے فضول خرچی کریں گے اور شام ہوتے ہی سینما ہال کی کھڑکیوں پر دھکا کھاتے نظر آئینگے حالانکہ یہ سب جانتے ہیں کہ اسلام میں اسکی کوئی گنجائش نہیں ہے ایسے ہی ماہ محرم شریف میں جہاں مظلوم کربلا حضرت امام عالی مقام کی یادگار مجالس منعقد کی جاتی ہے قرآن کریم کی تلاوت کی جاتی ہیں سبیل لگائی جاتی ہیں فاتحہ اور ایصال ثواب ہوتا ہے کتنا بڑا ظلم ہے کہ اسکے ساتھ ہی دوسروں کی دیکھا دیکھی سیکڑوں

خرافات و بدعت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں عاشورۂ محرم میں سرخ، ہرے یا کالے کپڑے پہننا ماتم کرنا، سینہ پیٹنا،سنی مسلمانوں میں آج بھی کچھ کچھ پایا جاتا ہے۔جبکہ عاشورۂ محرم میں سرخ کپڑے پہننا ،خارجیوں ،کالے کپڑے پہننا رافضیوں اور ہرے کپڑے پہننا بدعتیوں کی مشہور علامت ہیں نیز کپڑے پھاڑنا ،تعزیہ بنانا ،ڈھول باجے تاشے سواریوں کی کود ، پھاند،انسان کی پاکیزہ صورت کو بگاڑ کر شیر، چیتا،زیبرااور ریچھ کی صورت بنانا سب نا جائز وحرام کاموں میں عورتیں بھی مردوں کے کاندھا سے کاندھا ملائے نکل آتی ہیں جبکہ مسلمان مرد وعورت کی شرم وحیاانکے ایمان کی علامت ہے ایک عورت کی بے حیائی میں ساری مسلم قوم کی انتہائی ذلت ہیں ہر مسلمان عورت کو یہ یقین کرنا چاہئے کہ صرف ایک میری بے حیائی سے ساری قوم ذلیل وخوار ہوتی ہے۔لہٰذا عورت کو چاہئے کہ اپنے قوم کا نام روشن کرنے والی بنے اور قوم کو ذلیل ورسوا ہونے سے بچائے۔عاشورۂ محرم کی گرم ریت پر بے رحمی سے شہید کئے جانے والے پاک جانوں کی یاد کرنے کا وقت ضرور ہے مگر گھر میں یاد کرو قرآن کریم پڑھ کر انکی پاک روح کو ایصال ثواب کرو۔ یہ کوئی عیش وطرب کا تیوہار نہیں ہے کہ تم زرق و برق کپڑے پہن کر بے پردہ وسینہ وسر کھلے ہوئے سارے شہر کا گشت لگاؤ اور ننگے پن سے مسلم قوم کو شرماؤ۔اسی طرح غم حسین میں آنسو بہانے والے مسلم قوم

کومسلمان مردوں کو یہ نہ بھولنا چاہئے کہ وہ امام مظلوم جنہوں نے ہماری اور صرف ہماری خاطر بھوک و پیاس کی تکلیف اٹھائی رفیق و جاںثار اور جوان بیٹوں ، بھانجوں ، بھتیجوں ، کی لاشے خاک وخون میں تڑپتی دیکھی ننھے علی اصغر نے تیر کے نشانے کھا کر گود میں دم توڑ دیا اور اسی پر بس نہیں بلکہ اپنا سر دیکر اور خون کا آخری قطرہ بہا کر تمہارے لئے سامان آخرت تیار کیا تو کیا انکی قربانیوں کا صلہ اور بدلہ یہی ہیں؟ کہ ہم وہ کام انجام دیں جو یزیدیوں نے کیئے تھے اور اس طرح امام عالی مقام کی روح پاک کو تکلیف پہونچاؤ خدارا خدا سے ڈرو ، اپنے اوپر رحم کھاؤ اپنے جانوں پر ظلم نہ کرو ، غور کرو کہ کل قیامت میں جب انکے پیارے نانا جان کا سامنا ہوگا جنہوں نے ملت کی خاطر سب کچھ لٹا دیا تو اس وقت تم کیا جواب دو گے؟ بھائیوں دنیا کبھی کام نہیں آسکتی کام آئے گا تو دین و مذہب ہی کام آئے گا سوچو اور غور کرو کہ اس غم والم کے ماحول میں یہ دھوم دھڑاکے یہ دوڑ بھاگ باجے تاشے ، ڈھولکی تھاک ، اور ننگے ناچ کیا معنی رکھتے ہیں؟ شرماؤ اپنے اس برے کاموں پر ، توبہ کرو اور ندامت کے آنسو بہاؤ اور یاد کرو حضرت امام عالی مقام اور انکے مقدس ساتھیوں کے قربانیوں کو ، روزے رکھو ، نوافل پڑھو ، تلاوت قرآن کریم اور نذر و نیاز کرو ، غریب و مسکین کو کھانا کھلاؤ ، تاکہ میدان قیامت میں اسکے سامنے سرخرو ہو اور اپنی نیکیوں کا صلہ پاؤ یاد رکھو اور

اچھی طرح یاد رکھو کہ امام عالی مقام کی بارگاہ پر وقار کے شایان شان خراج عقیدت ومحبت تعزیہ داری وسینہ کوبی نہیں ہے بلکہ انکی روح پاک کو خراج عقیدت پیش کرنا چاہتے ہو تو اسکا ایک ہی طریقہ ہے اور وہ یہ ہے کہ ان اسوۂ حسنہ کی پیروی کی جائے جو حضرت امام نے پیش فرمایا اسی مقصد کو زندہ یادگار کربلا سمجھو، یہی حسین بن علی کی زندگی کا مدعا سمجھو اسی سلسلہ میں امام اہل سنت اعلیٰ حضرت حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں صاحب فاضل بریلوی قدس سرہ کے ایک اہم فتویٰ کا اقتباس ہم شائع کر رہے ہے جواب سے ۱۱۲ رسال قبل بریلی شریف سے شائع ہوا تھا اسکے بعد بھی بارہا شائع ہو چکا ہے کاش مسلمان اسے بغور پڑھیں اور اس پہ عمل کریں۔

سوال۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ تعزیہ داری کا کیا حکم ہیں؟ بیان کرو بدلہ دیئے جاؤ گے ۲۴ ر صفر ۱۳۰۸ھ
(آج سے ۱۱۲ رسال پہلے کا سوال)

جواب۔ تعزیہ کی اصل اس قدر تھی کہ روضہ پرنور شہزادۂ گلگوں قبا امام حسین شہید ظلم وجفا کی صحیح نقل بنا کر تبرک کی نیت سے مکان میں رکھنا اس میں شرعاً اور ایسی چیزیں جو لوگ دین کے اعتبار سے بڑے ہو ان کی طرف منسوب ہو کر عظمت پیدا کریں ان چیزوں کی تصویر تبرک کی نیت سے اپنے پاس رکھنا بالکل جائز ہے جیسے حضور ﷺ کی نعلین پاک کا نقش بناتے ہیں اور انکے بے شمار فائدے کتابوں میں لکھتے

رہے مگر بے عقل جاہلوں نے اس اصل جائز کو بالکل ملیا میٹ کر کے سیکڑوں خرافاتیں، واہیات باتیں نکالیں کہ جنکا شریعت مطہرہ سے دور کا بھی تعلق نہیں اولاً تو تعزیہ بنانے میں روضہ مبارک کی نقل کا لحاظ نہ رکھا ہر جگہ نئی تراش نئی گڑھت جسے اس اصل سے کچھ علاقہ نہ نسبت کسی میں پریا کسی میں براق اور کسی میں بیہودہ طمطراق پھر گلی در گلی گھمانا پھرانا اور انکے آس پاس سینہ کوٹنا ماتم منانا کوئی ان تصویروں کو جھک جھک کر سلام کر رہا ہے تو کوئی مشغول طواف ہے کوئی سجدے میں گرا ہے تو کوئی ان بدعتوں کو معاذ اللہ حضرت امام عالی مقام کی جلوہ گاہ سمجھ کر اس براق اور پری سے مرادیں مانگتا، منتیں مانگتا ہے حاجتیں طلب کرتا ہے پھر باقی تماشے باجے تاشے، مردوں عورتوں کا راتوں کا میلہ اور طرح طرح کے بیہودہ کھیل ان پر سب سے بڑھ کر ہے۔ غرض کہ عاشورۂ محرم کو اگلی شریعتوں سے اس شریعت پاک تک نہایت بابرکت اور عبادت کا دن سمجھا جاتا تھا مگر اس بیہودہ رسموں نے اسے جاہلوں اور فاسقوں کے کھیل کا ذریعہ بنا دیا ہے پھر بدعت کا وہ جوش ہوا کہ خیر خیرات کو بھی بطور خیرات نہیں رکھا اس میں دکھاوا اور فخر ہوتا ہے پھر وہ بھی یہ نہیں کہ سیدھی طرح محتاج کو دے دے بلکہ چھتوں اور اونچی جگہ سے روٹیاں زمین پر پھینکی جاتی ہیں جس سے رزق الٰہی کی بے ادبی ہوتی ہے۔ پیسے لٹائے جاتے ہے جو ریت میں ملکر غائب ہو جاتے ہے اس طرح روپیہ پیسے کو ضائع کیا

جاتا ہے مگر نام تو ہو گیا کہ فلاں صاحب لنگر لٹا رہے ہیں اب بہار عشرہ کے پھول کھلے، تاشے باجے بجتے چلے، طرح طرح کے کھیلوں کی دھوم، بازار میں عورتوں کا ہر طرف ہجوم، شہوانی میلوں کی پوری رسوم حال کچھ اور، خیال کچھ اور کہ اپنے ہاتھوں سے بنائی ہوئی تصویروں بالکل شہیدوں کے جنازے ہیں کچھ نوچ کچھ اتار باقی توڑ تاڑ دفن کر دیا یہ مال کو ضائع کرنے کے جرم و وبال علیحدہ ہے اللہ تعالی حضرات شہدائے کربلا کے صدقہ ہمارے بھائیوں کو نیکیوں کی توفیق بخشے اور بری باتوں سے توبہ عطا فرمائے۔ آمین

اب جبکہ تعزیہ داری ان ناپسندیدہ طریقوں کا نام ہے تو قطعاً بدعت و ناجائز و حرام ہے۔ ہاں اگر اہل اسلام جائز طور پر حضرت شہدائے کرام کی پاک روحوں کو ایصال ثواب کرنے کی سعادت پر بس کرتے تو کسی قدر خوب و محبوب تھا اور اگر شوق محبت میں مزار پاک کی نقل کی حاجت تھی تو اس قدر جائز پر قناعت کرتے تو صحیح نقل تبرک و زیارت کی نقل سے اپنے مکان میں رکھتے اور غم و الم کو پھیلانے، بناوٹی باتوں نوحہ و ماتم اور دوسری تمام بدعتوں اور بری باتوں سے بچتے تو کوئی حرج نہیں تھا مگر اب اس نقل میں بھی اہل بدعت سے ایک مشابہت اور تعزیہ داری کی تہمت کا ڈر اور آئندہ اپنی اولاد اور اپنے ہم عقیدہ لوگوں کے بدعت میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہے اور حدیث میں آیا ہے کہ ایسی جگہوں سے بچو جہاں تہمت لگنے کا اندیشہ ہو اور حضور نے فرمایا۔

جو شخص اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے تو وہ ایسی جگہ نہ کھڑا

ہو کہ جہاں تہمت لگنے کا ڈر ہو لہٰذا روضہ اقدس امام عالی مقام کی ایسی تصویر بھی نہ بنائے بلکہ کاغذ کے صحیح نقشہ پر قناعت کرے اور اسے تبرک کے طور پر اپنے پاس رکھے جیسے خانہ کعبہ یا گنبد خضریٰ کے نقشے گھروں میں لگائے جاتے ہیں فقط سلام اس پر جسنے ہدایت کی اور اللہ تعالیٰ پاک ہے اور اسکا علم اکمل ہے۔

دعائے عاشورہ (ایک سال تک زندگی کا بیما)

یہ دعا بہت مجرب ہے۔ حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جو شخص عاشورۂ محرم کو طلوع آفتاب سے غروب آفتاب تک اس دعا کو پڑھ لے یا کسی سے پڑھوا کر سن لے تو انشاء اللہ تعالیٰ یقیناً سال بھر تک اسکی زندگی کا بیما ہو جائے گا ہرگز موت نہ آئے گی اور اگر موت آنی ہی ہے تو عجب اتفاق ہے کہ پڑھنے کی توفیق نہ ہوگی۔

ترکیب دعائے عاشورہ

عاشورہ کے دن غسل کر کے دو رکعت نماز نفل اس طرح پڑھے کہ دونوں رکعت میں الحمد کے بعد دس مرتبہ قل ھو اللہ پڑھے اور سلام کے بعد ایک مرتبہ آیۃ الکرسی اور نو (۹) مرتبہ درود ابراہیمی پڑھے۔ پھر سات (۷) مرتبہ یہ دعا پڑھے۔

دُعائے عاشورہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يَا قَابِلَ تَوْبَةِ اٰدَمَ يَوْمَ عَاشُوْرَآءَ

يَا فَارِجَ كَرْبِ ذِى النُّوْنِ يَوْمَ عَاشُوْرَآءَ

يَا جَامِعَ شَمْلِ يَعْقُوْبَ يَوْمَ عَاشُوْرَآءَ

يَا سَامِعَ دَعْوَةِ مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ يَوْمَ عَاشُوْرَآءَ

يَا مُغِيْثَ اِبْرَاهِيْمَ مِنَ النَّارِ يَوْمَ عَاشُوْرَآءَ

يَا رَافِعَ اِدْرِيْسَ اِلَى السَّمَآءِ يَوْمَ عَاشُوْرَآءَ

يَا مُجِيْبَ دَعْوَةِ صَالِحٍ فِى النَّاقَةِ يَوْمَ عَاشُوْرَآءَ

يَا نَاصِرَ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ عَاشُوْرَآءَ

يَا رَحْمٰنَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَرَحِيْمَهُمَا صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّصَلِّ عَلٰى جَمِيْعِ الْاَنْبِيَآءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ وَاقْضِ حَاجَاتِنَا فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَطِلْ عُمْرَنَا فِىْ طَاعَتِكَ وَمَحَبَّتِكَ وَرِضَاكَ وَاَحْيِنَا

حَیٰوۃً طَیِّبَۃً وَّ تَوَفَّنَا عَلَی الْاِیْمَانِ وَالْاِسْلَامِ بِرَحْمَتِکَ یَآ اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ ۝ اَللّٰھُمَّ بِعِزِّ الْحَسَنِ وَ اَخِیْہِ وَ اُمِّہٖ وَ اَبِیْہِ وَجَدِّہٖ وَبَنِیْہٖ فَرِّجْ عَنَّا مَانَحْنُ فِیْہِ ۝

پھر یہ بار پڑھے سُبْحَانَ اللّٰہِ مِلْءَ الْمِیْزَانِ وَمُنْتَھَی الْعِلْمِ وَمَبْلَغَ الرِّضٰی وَزِنَۃَ الْعَرْشِ لَا مَلْجَاَ وَلَا مَنْجَاءَ مِنَ اللّٰہِ اِلَّا اِلَیْہِ ۝ سُبْحَانَ اللّٰہِ عَدَدَ الشَّفْعِ وَ الْوِتْرِ وَعَدَدَ کَلِمَاتِ اللّٰہِ التَّآمَّاتِ کُلِّھَا نَسْئَلُکَ السَّلَامَۃَ بِرَحْمَتِکَ یَآ اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ ۝ وَھُوَ حَسْبُنَا وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ ۝ نِعْمَ الْمَوْلٰی وَنِعْمَ النَّصِیْرُ ۝ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ ۝ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَعَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ وَ الْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ عَدَدَ ذَرَّاتِ الْوُجُوْدِ وَعَدَدَ مَعْلُوْمَاتِ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝

عاشورہ کی رات کی نفل نمازیں

۴/ رکعات ایک سلام سے۔ترکیب۔ ہر رکعات میں الحمد کے بعد ایک آیۃ الکرسی اور تین بار قل ھو اللہ نماز کے بعد ۱۰۰/ بار قل ھو اللہ۔

۲/ رکعات ایک سلام سے۔ترکیب۔ ہر رکعات میں الحمد کے بعد تین بار قل ھو اللہ۔

۴/ رکعات ایک سلام سے۔ ہر رکعات میں الحمد کے بعد تین بار قل ھو اللہ۔

۸/ رکعات ۲۔۲ کر کے۔ ہر رکعات میں الحمد کے بعد ۲۵/ بار قل ھو اللہ ۸/ رکعات کے بعد ۷۰/ بار درود شریف اور ۷۰/ بار استغفار کریں۔

عاشورہ کی دن کی نفل نمازیں

نوٹ۔ یہ نفل نماز سورج نکلنے کے ۲۰/ منٹ بعد سے زوال سے پہلے پڑھ لیں۔

۲/ رکعت نفل تحیۃ الوضو پڑھے۔پہلی رکعت میں الحمد کے بعد تین بار سورہ کافرون دوسری رکعت میں الحمد کے بعد تین بار قل ھو اللہ۔

۲/ رکعات نفل تحیۃ المسجد۔پہلی رکعت میں الحمد کے بعد تین بار

الھٰکم التکاثر دوسری رکعت میں الحمد کے بعد تین بار والعصر۔

۴رکعات ایک سلام سے۔پہلی رکعت میں الحمد کے بعد ایک بار سورہ والضحی دوسری رکعت میں الحمد کے بعد ایک بار الم نشرح تیسری رکعت میں الحمد کے بعد ایک بار اذا زلزلت اور چوتھی رکعت میں الحمد کے بعد سورہ اخلاص پڑھے۔چار رکعات کے بعد بیٹھ کر ۴۱ بار آیۃ الکرسی ۴۱ بار ربنا افرغ علینا صبرا وتوفنا مسلمین۔اسکا ہدیہ حضور ﷺ کی بارگاہ میں پیش کریئے پھر سجدہ میں جاکر ایمان کی سلامتی کی دعا مانگے۔

۴رکعات ایک سلام سے پہلی رکعت میں الحمد کے بعد سورہ کافرون ،دوسری رکعت میں الحمد کے بعد قل ھو اللہ، تیسری رکعت میں الحمد کے بعد سورہ فلق ،چوتھی رکعت میں الحمد کے بعد سورہ ناس ۔۴رکعات کے بعد بیٹھ کر ۷۰ بار حسبنا اللہ و نعم الوکیل و نعم المولیٰ و نعم النصیر اسکا ثواب چار یار مصطفٰے ﷺ کو بخشے۔

۴رکعات ایک سلام سے۔پہلی رکعت میں الحمد کے بعد تین بار آیۃ الکرسی ،دوسری رکعت میں الحمد کے بعد تین بار الھٰکم التکاثر ،تیسری رکعت میں الحمد کے بعد سورہ

کافرون ، چوتھی رکعت میں الحمد کے بعد قل ھو اللہ اسکا ثواب سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ اور سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بخشے۔

۲ ؍ رکعات۔ ہر رکعات میں الحمد کے بعد تین بار قل ھو اللہ اور اسکا ثواب حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بخشے۔

۴ ؍ رکعات ایک سلام سے۔ ہر رکعات میں الحمد کے بعد ۵ ؍ بار قل ھو اللہ اسکا ثواب تمام شہیداء کربلا کو بخشے۔

۲ ؍ رکعت۔ ہر رکعت میں الحمد کے بعد تین بار قل ھو اللہ اسکا ثواب اپنے والدین کی ارواح کو بخشے۔

۶ ؍ رکعات ۲۔۲ کر کے ہر رکعات میں الحمد کے بعد چھ سورہ پڑھے

(۱) سورہ والشمش (۲) سورہ قدر
(۳) سورہ اذازلزلت (۴) قل ھو اللہ
(۵) سورہ فلق (۶) سورہ ناس۔

سلام کے بعد (سجدہ میں جاکر) سورہ کافرون

داڑھی والوں کے لئے خوش خبری

کتاب ہشت بہشت کے حصہ راحۃ القلوب میں صفحہ نمبر ۶۴ میں خواجہ فریدالدین گنج شکر نے کہا اور حضرت محبوب الٰہی نے مرتب فرمایا ہے کہ داڑھی کو کنگھا کرنا سنت نبوی ہے اور دوسرے پیغمبروں کی بھی

سنت ہے ۔ جو شخص رات کے وقت داڑھی کو کنگھا کرتا ہے اللہ تعالی اسے مفلسی نہیں دیتا اور اسکی داڑھی میں جتنے بال ہے ہر بال کے بدلہ ہزار غلام کی آزادی کا ثواب اسکے نامہ اعمال میں لکھا جاتا ہے ۔ اور اسی قدر بدیاں دور کی جاتی ہے ۔ جو ثواب کنگھی کرنے میں ہے اگر لوگوں کو معلوم ہو جائے تو باقی تمام عبادتیں چھوڑ کر اسی میں مشغول ہو جائے ایک ہی کنگھی کو دو شخصوں کو استعمال نہیں کرنا چاہیئے کیونکہ اس سے جدائی پڑتی ہے ۔

جس سہانی گھڑی چمکا طیبہ کا چاند
اس دل افروز ساعت پہ لاکھو سلام
(حضور اعلیٰ حضرت)

کائنات کا دولہا

نہ کیوں آرائشیں کرتا خدا دنیا کے ساماں میں
تمہیں دولہا بنا کر بھیجنا تھا بزم امکاں میں
تم آئے روشنی پھیلی ہوا دن کھل گئی آنکھیں
اندھیرا سا اندھیرا چھا رہا تھا بزم امکاں میں

حضور امین شریعت حضرت علامہ
سبطین رضا خاں
صاحب بریلوی

تحقیق آیا تمہارے پاس اللہ کی جانب سے ایک نور اور روشن کتاب

وہ صرف نور ہی نہیں بلکہ وہ مزمل بھی ہے مدثر بھی ہے طٰہٰ ویٰسین بھی ہے وہ رحمۃ العالمین، خاتم النبین شفیع المذنبین بھی ہے وغیرہ وغیرہ۔

اوران سب کے ساتھ ساتھ عروس مملکت الہیہ بھی ہے کائنات کا دولہا بنکر تشریف لارہے ہیں اور ایسا انوکھا اور نرالا دولہا کہ چشم فلک نے انکے علاوہ نہ دیکھا نہ دیکھ سکے گا اور سیدنا حضرت آدم سے لیکر حضرت عیسیٰ تک نہ کوئی آیا اور نہ صبح قیامت تک آسکے گا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی رضی اللہ تعالی عنہ نے خوب فرمایا۔

ترے خلق کو حق نے عظیم کہا تری خلق کو حق نے جمیل کہا
کوئی تجھ سا ہوا ہے نہ ہوگا شہا تیرے خالق حسن و ادا کی قسم
وہ خدا نے ہے مرتبہ تجھکو دیا نہ کسی کو ملے نہ کسی کو ملا
کہ کلام مجید نے کھائی شہا تیرے شہر و کلام و بقا کی قسم

وہ ایسا دولہا ہے کہ اگر وہ دولہا بنکر نہ آتا تو کوئی دولہا ہی نہ بنتا، دولہا بنا تو در کنار دنیا ہی نہ بنتی۔

لولا خلقتك لما خلقت الدنيا

نہ مشرق ہوتا نہ مغرب ،نہ شمال ہوتا نہ جنوب،نہ زمین وآسمان ہوتے،نہ چاند تارے ،نہ کہلشاں ہوتی،نہ یہ آبادیاں ہوتی،نہ ویرانے ہوتے،نہ جنگل ،نہ پہاڑ ہوتے،نہ آبشار ہوتے،نہ دریا ہوتے نہ سمندر نہ سمندر کی روانی ہوتی،نہ دریاؤں کی طغیانی ہوتی،نہ یہ باغات ہوتے،نہ پھول ہوتے نہ پھولوں کی مہک،نہ بلبل ہوتے ،نہ بلبلوں کی چہک ،نہ ہوائیں چلتی نہ نسیم سحری سنکتی ،اسلئے تو میرے اعلی حضرت نے فرمایا۔

یہ صبا سنک، وہ کلی چٹک، یہ زباں چہک،لب جو جھلک
یہ مہک جھلک، یہ چمک دمک،سب اسی کے دم کی بہار ہے
وہی جلوہ،شہر بشہر ہے،وہی اصل عالم ودہر ہے
وہی بحر ہے، وہی لہر ہے،وہی پاٹ ہے، وہی دھار ہے

قاعدے کی بات ہے کہ جب کہیں دولہا آتا ہے دولہے کی آمد پر اسکی حسب حیثیت انتظامات ہوتے ہیں۔اگر دولہا معمولی ہوتا ہے تو انتظامات بھی معمولی ہوتے ہیں اگر دولہا اوسط درجہ کا ہوتا ہے تو انتظامات بھی درمیانی اگر دولہا اعلی درجہ کا ہوتا ہے تو انتظامات بھی اعلیٰ لیکن یہ دولہا تو اس شان کا مالک ہے کہ بقول اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی۔

سب سے اعلیٰ واولیٰ ہمارا نبی ﷺ

سب سے بالا ووالا ہمارا نبی ﷺ

سارے اونچوں سے اونچا سمجھئے جسے

ہے اس اونچے سے اونچا ہمارا نبی ﷺ

توجب دولہا اتنا ارفع واعلیٰ بلند وبالا تو اسکی شایان شان ہی انتظامات بھی ہوئے کہ دولہے کی آمد سے صدیوں برس پہلے زمین کا فرش بچھایا گیا ،آسمان کا شامیانہ تانا گیا ،چاند سورج کے ہنڈے جلائے گئے ،ستاروں کے قمقمے روشن کئے گئے اور اسکی آمد آمد کے اعلانات برسہابرس پہلے کردیئے گئے اور اعلان کرنے والے بھی معمولی انسان نہ تھے بلکہ کائنات انسان میں سب سے اشرف واعلیٰ گروہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیم کو اس کام کیلئے مقرر کیا گیا کہ انہیں میں حضرت آدم ابوالبشر بھی ہیں، آدم ثانی حضرت نوح علیہ السلام بھی ہیں، حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام بھی ہیں، حضرت اسماعیل ذبیح اللہ علیہ السلام بھی ہیں، حضرت یعقوب ویوسف، حضرت یحیٰی وزکریا، حضرت سلیمان، حضرت داؤد، حضرت موسیٰ وعیسیٰ بھی ہیں بلکہ از اول تا آخر کم وبیش ایک لاکھ چالیس ہزار انبیاء کرام پیغمبران عظام اپنے اپنے زمانہ، اپنے اپنے دور میں اس دولہا کی آمد کا اعلان کرتے رہے۔ یہاں تک کہ سب سے آخر میں دولہا کی آمد سے تقریباً ساڑے پانچ سو برس پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے خوش خبری کے

ساتھ ساتھ نام بھی بتایا کہ میرے بعد آنے والے نبی کا نام احمد ہوگا ،غرض یہ کہ دولہا تشریف لائے اور اس شان سے آئے کہ۔

وہاں فلک پہ، یہاں زمیں میں، رچی تھی شادی، مچی تھی دھومیں
ادھر سے انوار ہنستے آتے ،ادھر سے نفحات اٹھ رہے تھے

جب کوئی بڑی بارات ہوتی ہے تو اس میں ہر طرف کے لوگ ہوتے ہیں امیر غریب ، بچے بوڑھے، جوان مرد وعورت ،اور یہ چونکہ سب سے بڑی بارات تھی اسلئے اس بارات کے باراتی بھی سب سے زیادہ ہے شاہ وگدا ، بچے بوڑھے جوان مرد وعورت کمزور و ناتواں ،تندرست وتواناں ،اپنے پرائے ،اگلے پچھلے،سب شامل بارات ہیں ۔کبھی آپنے دیکھا ہوگا ؟ کہ جب کوئی دولہا بنتا ہے تو چاہے وہ کیسا ہی گیا گذرا ، کالا کلوٹا ہو،لیکن اس دن دولہا ہی کی بات چلتی ہے اسکی عزت ہوتی ہے جو وہ کہے وہی لوگ کرتے ہیں باراتیوں کا اعجاز ہوتا ہے تو اسکے صدقہ میں کھانا کھلایا جاتا ہے تو اسکے طفیل میں تو جب معمولی دولہے کا یہ اعجاز ہوتا ہے تو جو کائنات کا دولہا بنکر آیا ہو، جو حسن وخوبصورتی میں لاجواب ہو،جسکے رخ تاباں کی تابانیوں سے کائنات جگمگا رہی ہو ،چاند سورج ستارے جھلملا رہے ہوں حسن یوسف جو سارے عالم میں مشہور ہے آج بھی کسی خوبصورت آدمی کو دیکھکر لوگ کہہ اٹھتے ہیں کہ یہ تو یوسف ثانی معلوم ہوتا ہے اس یوسف کا حسن بھی اسی دولہے کے حسن کا ایک شمہ ہے ایک ذرہ ہے، جسکے

حسن کی یہ کیفیت کہ اسکی صرف مسکراہٹ سے اتنی روشنی پھیلی کہ اندھیری رات میں حضرت عائشہ نے اپنی گمی ہوئی سوئی تلاش کر لی ہو۔ بمضمون حدیث پاک شب دیجور میں یہ دولہا جدھر نکل جاتا تو در ودیوار روشنی کا مینار بن جاتے یہ تو صرف حسن وجمال کی بات ہے وہ کون سی خوبی اور کون سا کمال ہے جو اس انوکھے اور نرالے دولہے میں نہ ہو، حسن وجمال ہو، کہ جودونوال فضل وکمال غرض کہ ہر بڑی سے بڑی اور چھوٹی سے چھوٹی بات جو وجہ فضیلت ہوسکتی ہو وہ سب اس دولہے کی ذات ستودہ صفات میں بدرجہ اتم موجود ہے۔اور کیوں نہ ہو کہ جسنے آپکو دولہا بنایا اسکا بڑا افضل ہے جو زمین وآسمان کے خزانوں کا مالک ہے جو کچھ اگلوں کو دیا تھا وہ سب بھی اس دولہے کو دیا بلکہ اس سے کہیں زیادہ عطا فرمایا۔

حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضاء داری
آں چہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

تو جب معمولی دولہا کی یہ شان ہوتی ہے کہ وہ جب دولہا بنتا ہے تو اسی کا کہا ہوتا ہے باراتیوں کا اعجاز ہوتا ہے تو اسی کی وجہ سے، باراتیوں کا کھانا ملتا ہے تو اسی کے طفیل تو اس سب سے بڑے دولہا کی شان بھی بڑی ہے کہ اسکا حکم چار دانگ عالم میں جاری وساری ہے۔اعلیٰ حضرت نے کیا خوب فرمایا ہے۔

وہ زباں جسکو سب کن کنجی کہیں

اسکی نافذ حکومت پہ لاکھوں سلام

اسی دولہے کے صدقہ کوئی صدیق اکبر ہے، تو کوئی فاروق اعظم، کوئی عثمان غنی، تو کوئی مولائے کائنات علی مرتضٰی اور اسی پر بس نہیں بلکہ تمام انبیاء علیہم السلام اولیاء کرام، ائمہ کرام، مشائخ عظام، صلحاء، علماء، فقہاء، اصفیاء، ابدال، اقطاب، غوث، اغواث، زمین و آسمان میں جسے جو اعجاز دینی ہو یا دنیاوی اعجاز اسی دولہا سے ملا اور اس پیارے نرالے دولہا نے خود اپنی زبان مبارک سے اعلان فرمایا۔

و اللہ یعطی و انما انا قاسم ۔اللہ دیتا ہے اور میں تقسیم کرتا ہوں۔

آسماں خوان زمیں خوان زمانہ مہماں

صاحب خانہ لقب کسکا ہے تیرا تیرا

لا ورب العرش جسکو جو ملا ان سے ملا

بٹتی ہے کونین میں نعمت رسو اللہ کی

دنیا میں روزانہ لوگ دولہا بنتے ہے باراتیں روزانہ آتی اور جاتی ہے لیکن ادھر بارات گئی اور سارے انتظامات ختم فرش لپیٹ دیا جاتا ہے، شامیانے کھول دیئے جاتے ہے، لائٹ آف کر دی جاتی ہے لیکن یہ کیسی بارات ہے کہ فرش جو بچھا ہے وہ آج تک بچھا ہے، آسماں کا شامیانہ جو تنا ہے وہ آج تک تنا ہے اسی سے پتہ چلا کہ وہ آنے والا

دولہا جو ہے، جو آیا تھا وہ آج بھی ہے اگر دولہا چلا گیا ہوتا اگر دولہا معاذ اللہ مر کر مٹی میں مل گیا ہوتا، تو زمین کا فرش لپیٹ دیا جاتا اور آسمان کا شامیانہ اٹھا دیا جاتا اور یہ روشنیاں ختم کر دی جاتی لیکن معلوم ہوا کہ وہ دولہا آج بھی ہے اور یہ بارات سجی ہوئی ہے چاند سورج کی قندیلیں جو جلی ہیں وہ جل رہی ہیں بڑی روشنی کے ساتھ چھوٹی روشنی بھی ہوئی، چنانچہ آسمان کی دو بڑی روشنیوں کے ساتھ ساتھ چھوٹے قمقمے بھی آج تک روشن ہے اور ہر آنے والی سہانی صبح میں پھولوں کی مہک کے ساتھ ساتھ بلبلوں کی چہک، کوئلوں کی کوک ،مرغوں کی آذانیں اور ہزار ہا چھوٹے بڑے پرندوں کی دلکش اور مترنم آوازیں دولہا کی آمد آمد کی خوشی میں سرشار ہوکر نغمات طرب آج تک دنیا کے طول وعرض میں سنی جارہی ہیں جو پرندے اپنے اپنے لب و لہجے میں گاتے ہیں اور سننے والوں کیلئے اپنی میٹھی میٹھی اور سریلی آوازوں سے فرحت وسرور کا سامان مہیا کرتے ہے اور اس طرح ہر روز بلا ناغہ دولہا کی آمد کی یاد تازہ ہوجاتی ہے تو معلوم ہوا کہ بارات ابھی ختم نہیں ہوئی۔

جس سہانی گھڑی چمکا طیبہ کا چاند
اس دل افروز ساعت پہ لاکھوں سلام

یہ جلسے، جلوس ہم اور آپ ہر برس دولہا کی عقیدت ومحبت میں مناتے ہیں، چراغاں کرتے ہیں خوشیاں مناتے حالانکہ اس پر شرک اور

بدعت کا فتوی لگانے والوں   روک لگانے کی ہر چند کوششیں کیں
اور کرر ہے ہیں۔

تو گھٹائے سے   کے نہ گھٹا ہے نہ گھٹے
جب بڑھا   تجھے اللہ تعالیٰ تیرا
یہ سلسلہ تا قیامت ا   اللہ یوں ہی جای رہے گا۔
رہے گا یو   انکا چرچا رہے گا
پڑے خاک ہ   نیں جل جانے والے

ان جلسے جلوس کے اختتام پ   اور بہت بڑا جلسہ عام ہوگا اتنا بڑا
اجلاس اتنا بڑا اجتماع جو چشم   نے اب تک دیکھا ہی نہیں نہ سننے
میں آیا نہ اسکا تصور ہی کیا جا   ہے جسمیں اولین وآخرین اپنے اور
پرائے دوست و دشمن کا   رے ہر ملک وملت کے لوگ جمع
ہونگے، آخر میں جو اجلاس   شریک نہ ہونا چاہے نگے وہ بھی
گھسیٹ کر لائے جائینگے اور   اجلاس کی غرض وغایت بھی اسی دولہا
کی شان وشوکت کا اظہار   یا ہی خوب فرمایا ہے ہمارے جد امجد
استاذ زمن نے۔

فقط اتنا سب   ہے انعقاد بزم محشر کا
کہ انکی شان مح   دکھائی جانے والی ہے

آج جو انہیں نہیں مان رہے   وہ بھی مان لیں جو اب تک نہیں پہچان
رہے ہیں، تو پہچان لیں اگر چ   روز کا ماننا کام نہیں آئے گا۔

آج لے انکی پناہ، آج مدد مانگ ان سے
کل نہ مانیں گے قیامت میں اگر مان گیا

زیادہ تفصیل میں نہ جاتے ہوئے مختصراً عرض کروں کہ جلسہ ختم ہوتے ہی اپنے بے گانے سب اپنے اپنے گھروں کی راہ لیتے ہیں وہاں بھی یہی ہوگا کہ اس اجلاس عظیم کے ختم ہونے پر دولہا سے سچی محبت رکھنے والے اپنے دل وجان سے چاہنے والے، انکے نقش قدم پر چلنے والے، انکی اتباع و پیروی کرنے والے، انکی بارگاہ میں عقید و محبت کے نذرانے پیش کرنے والے اسکے ہر حکم کی تعمیل کرنے والے اپنے اس گھر میں داخل ہو جائینگے جو بہت پہلے سے انکے لئے تیار ہیں جو ابدی راحت و آرام کا گھر ہے اور اتنی خوبصورت و حسین ہے کہ دنیا میں اسکی مثال نہیں پیش کی جا سکتی ہے جس کا نام جنت ہے جہاں کی نعمت کا ذکر کرتے ہوئے کائنات کے دولہا نے ارشاد فرمایا تھا۔ (ترجمہ حدیث شریف) جنت میں وہ انوکھی و نرالی نعمتیں ہیں جو نہ کسی آنکھ نے دیکھی، نہ کسی کان نے سنی، اور نہ انکے لطف و لذت کا خطرہ کسی کے دل میں گذرا، اسمیں مختلف طبقات کے باراتیوں کیلئے عالیشان مکانات ہیں محلات ہیں جسمیں باغات ہیں، دودھ اور شہد کی نہریں ہیں، خدمت کیلئے حور و غلماں ہیں غرض کہ ضرورت کی ہر بڑی سے بڑی اور چھوٹی سے چھوٹی چیز موجود ہیں جس میں یہ باراتی ہمیشہ ہمیش عیش و آرام سے رہیں نگے اور جو باراتی تو ہیں مگر ایسی بارات

کے باراتی کہ انمیں سے بعض وہ ہے جنہوں نے سرے سے دولہا کو مانا ہی نہیں اور نہ ان پر ایمان لائے اور بعض وہ ہے جنہوں نے بظاہر مانا تو لیکن دل سے نہ مانا اور انکی قدر و منزلت نہ کی انکی شان اقدس میں گستاخیاں کی اپنا بڑا بھائی بتایا یا اپنا جیسا بشر کہا، اس دولہے کے علم واختیار کا انکار کیا انکی حیات کا انکار کیا اور انکے لئے مر کر مٹی میں مل گئے وغیرہ وغیرہ بکواس کیں انکے لئے ایک دوسرا گھر ہے جسکا نام جہنم ہے وہ بھی انکے لئے تیار ہے اسمیں آگ ہے عذاب ہی عذاب ہے کھولتا ہوا پانی ہے ڈسنے والے سانپ ہے ڈنک مارنے والے بچھو ہے اسمیں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہے نگے۔

اب جسکو گھر پسند ہو وہ اسی کا راستہ اختیار کریں
ہمارا کام سمجھانا ہے یارو، تمہارا کام ہے مانو نہ مانو

والسلام علی من التبع الہدی

سبطین رضا خاں
تاریخ۔ ۱۱، اپریل ۲۰۰۵ء

نہ سمجھو گے تو مٹ جاؤ گے اے ہندی مسلمانوں
تمہاری داستاں تک بھی نہ ہوگی داستانوں میں

ہمارا قومی اتحاد اخلاق محمدی کے آئینہ میں

حضور امین شریعت حضرت علامہ
سبطین رضا خاں
صاحب بریلوی

ہمارا قومی وملی اتحاد اخلاق محمدی کے آئینہ میں

آج مسلمان کی عالم گیر زبوں حالی تباہی و بربادی کے اسباب جہاں خدااور رسول کی نافرمانی دین ومذہب سے بے تعلقی اسلامی تعلیمات سے بے خبری بدعملی وبدعقیدگی اور فرائض اور واجبات کی ادائیگی میں کوتاہی ہے وہاں ایک بڑا سبب اتفاق و اتحاد کا فقدان آپس کی پھوٹ نفاق وشقاق ایکااور باہمی میل ومحبت کا موجود نہ ہونا بھی ہے اور یہ مرض مسلمانوں میں وبائی بیماری کی طرح پھیل چکا ہے کہ جسمیں صرف ہندوستانی ہی نہیں بلکہ ساری دنیا کے مسلمان مبتلاء نظر آتے ہیں۔ ہماری قومی واجتماعی زندگی ہو یاانفرادی وگھریلو ماحول ہر جگہ افراتفری وانتشار کا دوردورہ ہے۔

ان سے اتحاد نہیں ہوسکتا

وہ لوگ جواپنی بدعقیدگی خیالات فاسدہ اور عقائد باطلہ کیوجہ سے خود ہی مسلمانوں سے کٹ چکے ہیں ان کا تو ذکر ہی چھوڑ دیئے اسلیئے کہ ان سے تو بفرمان رسول پاک ایاکم و ایاھم لا یضلونکم ولا یفتنونکم ۔ترجمہ۔ اپنے کوانسے دور رکھواورانہیں اپنے سے دور کرو کہیں وہ تمہیں گمراہ نہ کردیں کہیں وہ تمہیں فتنے میں نہ ڈال دیں۔

دور رہنا چاہئے مگر افسوس تو اسکا ہے کہ وہ مسلمان جو خوش عقیدہ ایک ہی مسلک کے پیرواور حامی ہے انکے آپس میں بھی شدید

اختلافات موجود ہیں ۔ بے انتہاں پھوٹ ہے گھر سے لیکر باہر تک ایک بستی سے لیکر دوسری بستی تک ایک شہر سے دوسرے شہر تک اور ایک ملک سے دوسرے ملک تک یہی کیفیت نظر آتی ہے کہیں ذات پات برادری کے جھگڑے ہے تو کہیں جائداد و زمین کے ٹنٹے ہیں کہیں شوہر بیوی کے اختلافات ہیں تو کہیں حکومت واقتدار کی جنگ ہے اور صورت حال اسقدر بھیانک ہوچکی ہے کہ الامان نہ باپ بیٹے میں بنتی ہے نہ ماں بیٹی میں نہ بھائی بھائی سے خوش نہ بہن بھائی سے راضی بہت معمولی معمولی باتوں پر جھگڑے اٹھ کھڑے ہوتے ہیں جو برسہابرس بلکہ تازندگی جاری رہتے ہے مقدمہ بازیاں ہوتی ہے وقت اور روپیہ برباد کیا جاتا ہے خدا اور رسول کی ناراضگی مول لی جاتی ہے اور اس باہمی اختلافات کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ اختلافات کی دلدل میں پھنسکر مسلمان اتفاق واتحاد کی برکتوں سے بالکل محروم ہوچکے ہے انکی ساکھ قائم نہ رہی دنیا کی دوسری قوموں پر انکا رعب باقی نہ رہا اقوام عالم روز بروز ان پر حاوی ہوتی جارہی ہیں ان کی گرفت مسلمانوں پر مضبوط ہوتی جارہی ہے اور مسلمان بری طرح ذلیل و خوار ہورہے ہیں اس صورت حال پر مسلمانوں کی عقلوں کا جسقدر بھی ماتم کیا جائے تھوڑا ہے اور جس قدر بھی آنسو بہائے جائے کم ہیں۔

اخلاق سے وہ فاتح عالم ہوئے

غور فرمائیے کہ وہ ہمارے ہی اسلاف و بزرگ تو تھے جنکی آپس کے

میل ومحبت کی تعریف کرتے ہوئے قرآن نے فرمایا کہ رحماء بینھم وہ آپس میں رحم دل ہے یہ اتفاق واتحاد کی برکت تو تھی کہ انکی قومی توانائی اجتماعی قوت اس قدر بڑھ گئی تھی کہ قرآن کریم نے انہیں کانھم بنیان مرصوص کی الفاظ سے تعبیر کیا کہ گویا وہ سیسہ پگھلائی ہوئی دیوار ہے مگر افسوس صد افسوس کہ آج مسلمانوں کی حیثیت ایک کچی دیوار جیسی بھی نہ رہی بلا شبہ میرے آقا و مولیٰ حضور سرور کائنات فخر موجودات ﷺ فاتح عالم ہیں اور جس چیز سے آپ نے دنیا کو فتح فرمایا ہے وہ آپکا خلق کریم ہے (اچھی عادتیں اور خصلتیں ہے) قرآن کریم نے سرکار کے اخلاق حسنہ کو ان الفاظ سے سراہا کہ انکا لعلی خلق عظیم ۔ بیشک آپکا خلق بہت بڑا ہے اسی سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ وہ ذات گرامی جسکے اخلاق کے بارے میں قرآن پاک کا یہ فیصلہ ہو وہ اخلاق کے کتنے بلند مرتبہ پر ہوگی ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے جب کسی نے پوچھا کہ حضور کا اخلاق کیسا تھا تو آپ نے اس سے دریافت فرمایا کہ کیا تم قرآن نہیں پڑھتے اس پوچھنے والے نے جواب میں عرض کیا کیوں نہیں تو حضرت عائشہ نے فرمایا۔ کانا خلقہ القرآن ۔ سرکار اخلاق قرآنی کے مجسمہ ہیں۔

اہل طائف کا سلوک

سرکار دو عالم ﷺ نے اپنے تو اپنے غیروں کے ساتھ بھی وہ بلند

اخلاق برتا اور حسن سلوک و رواداری کے وہ اعلیٰ نمونے پیش فرمائے کہ جسکی مثال دنیا والے پیش کرنے سے قاصر ہیں۔ کون نہیں جانتا کہ تبلیغ دین کے سلسلے میں جب سرکار طائف تشریف لیگئے اور وہاں کے لوگوں کو شرک وکفر کی برائی بتائی تو طائف کے باشندوں نے اپنے جھوٹے خداؤں کی برائی سننا گوارا نہ کی آپ پر اوباش و بد معاش لوگوں کو ہنسا دیا انہوں نے تالیاں بجائیں اور آپ پر پتھر برسائے جس سے سرکار کا جسم نازنین لہولہان ہو گیا خون بہتے بہتے نعلین مبارک تک جا پہنچا۔ مجبوراً طائف کی آبادی سے آپکو نکلنا پڑا اور طائف سے باہر کھجوروں کے ایک باغ میں آپ ٹھرے اب اہل طائف کے مظالم کا اندازہ کیجئے آپنے توحید ورسالت طائف کی آبادی پر پیش کی جسے انہوں نے سننا بھی گوارا نہ کیا آپ انکے مہمان تھے انکا فرض تھا کہ کھانے سے مدارات کرتے تو کھانے کے بدلے آپ نے انکے پتھر کھائے آپ پیاسے تھے تو کسی نے ایک گلاس پانی بھی نہ دیا غرض کہ ہر طرح آپ کا دل دکھایا اس وقت جبریل امین حاضر ہوتے ہیں اور عرض کرتے ہیں کہ آپ کے رب نے آپکو سلام بھیجا ہے اور ارشاد فرمایا ہے اے محبوب ہم نے اہل طائف کی بد سلوکیاں دیکھیں آپ اگر چاہیں تو سامنے کے یہ دونوں پہاڑ ان پر ڈھا دیئے جائیں کہ جنکے نیچے سارا طائف پس کر سرمہ ہو جائے طائف والوں کی ان زیادتیوں کا بدلہ تو یہی ہونا چاہئے تھا کہ

آپ جبریل امین کو حکم دے دیتے کہ فوراً ان ظالموں پر ان پہاڑوں کو ایسا گراؤ کہ انکا کوئی فرد بشر زندہ نہ رہنے پائے اس سے ایک زبردست فائدہ یہ بھی ہوتا پھر دنیائے عرب کو آپکی ایذا رسانی کی ہمت ہی نہ رہتی مگر تاریخ گواہ ہے کہ آپ نے اس موقعہ پر طائف والوں کی لاعلمی کا عذر پیش فرمایا اور بارگاہ الٰہی میں عرض کیا کہ۔ الھم اھد قومی فانھم لا یعلمون ۔اے اللہ تو میری قوم کو سیدھی راہ دکھا دے کہ وہ مجھے جانتی ہی نہیں اور جب حضرت زید نے آپ سے یہ دعا کرنے کیلئے عرض کیا تو جناب رحمۃ العالمین نے ہنس کے فرمایا کہ میں اس دہر میں قہر و غضب بنکر نہیں آیا میں انکے حق میں کیوں قہر الٰہی کی دعا مانگوں بشر ہیں بے خبر ہیں کیوں تباہی کی دعا مانگوں اور دعا فرمائی تو یہ کہ۔

الٰہی فضل کر کہار طائف کے مکینوں پر
الٰہی پھول برسا پتھروں والی زمینوں پر

سرکار دو عالم ﷺ کی مبارک زندگی میں اس قسم کے بے شمار واقعات موجود ہیں اگر ان واقعات ہی کو لکھا جائے تو اچھی خاصی کتاب تیار ہو جائے لیکن اس مختصر مضمون میں انکی گنجائش نہیں لہٰذا انکو چھوڑتے ہوئے یہ عرض کروں کہ سرکار نے جو تعلیمات اخوت و مساوات ، بھائی چارا، رواداری، حسن سلوک ، عفوو تقصیر، بڑوں کی عزت اور چھوٹوں پر شفقت نیز مسلمانوں کی ایذا رسانی اور غیبت وغیرہ سے

باز رہنے کے سلسلہ میں اپنے چاہنے والوں کو دی ہیں وہ بھی حسن اخلاق سے لبریز نظر آتی ہیں اور مسلمان آج بھی اگر ان تعلیمات کو اپنائیں اور عمل کریں تو یقین جانئے کہ انکی باہمی اختلافات یکسر دور ہو جائیں۔ آپس کی پھوٹ نام کو نہ رہے انمیں اتفاق واتحاد کی لہر دوڑ جائے خوشگوار ماحول پیدا ہو جائے اور مسلمان پھر سے ایک مضبوط ومستحکم قوم بن جائیں۔

مسلمان کی شناخت اخوت ومساوات

کی تعلیم دیتے ہوئے حضور نے ارشاد فرمایا کہ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے اس پر ظلم نہ کرے اور نہ اسے ذلیل کرے اور جو شخص اپنے بھائی کی حاجت پوری کرے اللہ تعالی اسکی حاجت پوری فرمائے گا۔ اور جو شخص کسی مسلمان کی تکلیف دور کرے تو اللہ تعالی اسکو قیامت کی تکلیف سے بچائے گا اور جو شخص مسلمان کی پردہ پوشی فرمائے گا تو اللہ تعالی قیامت کے دن اسکی پردہ پوشی فرمائے گا کہیں مسلمان کی شناخت اور پہچان یہ بتائی گئی کہ مسلمان وہ ہے جسکے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں مطلب یہ کہ نہ وہ ہاتھ سے کسی کو مارے اور ستائے اور نہ زبان سے کسی کو گالی دے اور برا کہے مسلمانوں کے آپس کے تعلقات کو مضبوط ومستحکم بنانے کیلئے سرکار دوعالم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو تم سے رشتہ توڑے تم اس سے رشتہ جوڑو اور جو تم پر ظلم کرے تم اسے معاف کر دو اور معاف کرنا صرف

بھائی و برادری ہی کو نہیں بلکہ غلاموں اور خادموں، نوکروں کے قصور اور خطاؤں کو بھی معاف کرنے کا حکم دیا۔

ظلم کا بدلہ معافی

بہت مشہور واقعہ ہے کہ حضور نے ایک مرتبہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالی عنہ کو دیکھا کہ وہ اپنے غلام کو مار رہے ہیں تو آپ نے انکو سخت تنبیہ فرمائی اور فرمایا کہ ابھی تم میں زمانہ جاہلیت کا اثر باقی ہے یہ غلام تمہارے بھائی ہیں انکے ساتھ اچھا برتاؤ کرو اور جب حضرت ابوذر نے عرض کیا کہ کتنی بار اسکا قصور معاف کیا جائے تو سرکار نے فرمایا کہ دن میں ستر بار اور ساتھ ہی یہ ہدایت بھی فرمائی کہ جو خود کھاؤ وہ غلاموں کو کھلاؤ جو خود پہنو انہیں پہناؤ اور ان سے کوئی ایسا مشقت کا کام نہ لو جوان پر گراں ہو اور انہیں اسکا کرنا دشوار ہو اور اگر کوئی بھاری کام ان سے لینا ہی چاہتے ہو تو اس کام میں انکا ہاتھ بٹاؤ۔ کیا دنیا کی کوئی قوم اس حسن سلوک و رواداری کی مثال پیش کرسکتی ہے غور فرمایئے کہ جب سرکار نے غلام کے قصور کو معاف کرنے کے بارے میں اتنا سخت حکم نافذ فرمایا کہ اگر وہ دن میں ستر بار بھی خطا کرتا ہے تو اسکی خطا و قصور کو معاف کیا جائے تو پھر کیا آپنے دوسرے بھائی برادر عزیز رشتہ دار دوست احباب اور عام مسلمان بھائیوں کی خطاؤں سے درگذر کرنے اور انہیں معاف کرنے کا حکم نہ دیا ہوگا دیا اور ضرور دیا اور یہ تک فرمایا کہ وعف عنی من ظلمك۔ کہ خطاء ہی نہیں

بلکہ کوئی تمہارے ساتھ ظلم وزیادتی بھی کرتا ہے تو اسے بھی معاف کردو۔

خطاوقصور کو معاف کرنا سیکھو

مسلمانوں مقام غور ہے کہ اگر مسلمان سرکار کے صرف اس ایک ہی فرمان کی روشنی میں ایک دوسرے کے خطا وقصور کو معاف کرنا سیکھ جائیں ایک دوسرے کے ظلم وزیادتی سے چشم پوشی کرنے لگیں تو کیا پھر بھی انمیں آپس کی پھوٹ باقی رہ سکتی ہے نہیں اور ہرگز نہیں اپنے سے بڑوں کا ادب کرنا اور اپنے چھوٹوں کے ساتھ شفقت ومحبت سے پیش آنا یہ ایک ایسا بہترین عمل اور ایسا زریں اصول ہے کہ جو اتفاق واتحاد قائم کرنے اور انکی بنیادوں کو مضبوط کرنے میں بہترین مددگار ثابت ہوسکتا ہے۔آیئے اور دیکھئے کہ حضور ﷺ نے ایسا نہ کرنے والوں کیلئے کیسی سخت سزا مقرر فرمائی ہے حضور نے ارشاد فرمایا کہ جو اپنے بڑوں کا ادب نہیں کرتا وہ ہم میں سے نہیں ہے اور جو چھوٹوں پر رحم وشفقت نہیں کرتا وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

علاوہ ازیں اسلام اور بانی اسلام ﷺ نے ہر اس بات کی کہ جس سے رشتہ اخوت مجروح ہوتا ہو باہمی اتفاق کو ٹھیس پہونچتی ہو اور آپس میں ٹکراؤ کی صورت پیدا ہوتی ہو سختی سے مذمت فرمائی اور اس سے دور رہنے کی ہدایات فرمائی ہیں مثلاً غیبت ،عیب جوئی ، بدگمانی ، بغض وحسد ،دھوکہ دہی ،تین دن سے زیادہ ایک دوسرے سے ناراضگی ، ایک

مسلمان کا دوسرے مسلمان کو ایذا پہونچانا وغیرہ وغیرہ کون نہیں جانتا کہ غیبت یا چغلی کرنے کو اسلام نے حرام فرما دیا ہے اور غیبت کرنے کو اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانے کے برابر بتایا اسی طرح مشکوٰۃ شریف کی ایک حدیث میں ہے کہ جسکے راوی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بدگمانی سے بچو اسلئے کہ بد گمانی بہت بری بات ہے عیب جوئی و جاسوسی نہ کرو دھوکہ دہی کے لئے قیمت نہ بڑھاؤ اور حسد نہ کرو بغض نہ کرو غیبت نہ کرو اور اللہ کے بندوں آپس میں بھائی بھائی بن جاؤ ایسے ہی قطع تعلق کی ممانعت فرماتے ہوئے سرکار نے ارشاد فرمایا کہ کسی مسلمان کیلئے جائز نہیں کہ وہ اپنے مسلمان بھائی سے تین رات سے زائد جدا رہے اور ملاقات کے وقت ایک دوسرے سے منھ پھیر لیں اور انمیں بہتر وہ ہے جو سلام کی ابتداء کرے ایک دوسرے کو ایذا دینا دکھ پہنچانا جو بدقسمتی سے آج مسلمان کی زندگی کا روزمرہ بن چکا ہے اور اسے بہت معمولی بات سمجھا جاتا ہے حالانکہ اگر اسے گناہ و مصیبت کا پہاڑ کہا جائے تو غلط نہ ہوگا آیئے اور ایک لمحہ کیلئے غور فرمایئے کہ سرکار نے اس جرم کا ارتکاب کرنے والے کیلئے کیسی سخت بات فرمائی حضور نے ارشاد فرمایا کہ۔ من اذی مسلما فقد اذانی و من اذانی فقد اذی اللہ ۔جسکا ترجمہ یہ ہے کہ جس نے کسی مسلمان کو اذیت پہنچائی اس نے مجھے اذیت پہنچائی اور جس نے مجھے دکھ پہنچایا اس نے (پناہ بخدا) خدا کو دکھ پہنچایا جہاں تک مسلمان کو اذیت پہنچانے کا تعلق ہے یہ کتنا عظیم گناہ ہے کہ جو براہ

راست اللہ و رسول کی اذیت کا باعث ہوتا ہے جس مسلمان کے دل میں غیرت ایمانی کا شائبہ بھی ہوگا کیا وہ اس گناہ عظیم کا ارتکاب کریگا یا اس سے باز رہنے کی کوشش کریگا ۔

اخلاق کریمانہ پر عمل

مسلمانوں یہ ہیں اس سلسلہ میں سرکار کی پاکیزہ تعلیمات اور آپکے پیارے پیارے ارشادات کہ جسکے مخاطب مسلمان مرد و عورت عوام وخواص سب ہی ہیں اور یہ تو صرف چند نمونے پیش کئے گئے ہیں جو آپکے اخلاق کے سمندر میں سے ایک قطرہ کی حیثیت رکھتے یہ قصہ لطیف ابھی ناتمام ہے جو کچھ بیاں ہوا وہ آغاز باب تھا۔ بلکہ حقیقت تو یہ کہ اس معلم اخلاق صلی اللہ علیہ وسلم کے دفتر اخلاق کی تفصیلات کو کما حقہ نا کوئی آج تک بیان کرسکا ہے اور نہ صبح قیامت تک بیان ہی کرسکے گا اب خود ہی فیصلہ فرمائیے کہ مسلمان سرکار کی اس تعلیم کو اپنائیں اور اس پر عمل کریں تو کیا اسکے بعد بھی انکے آپس کے اختلافات ذرہ برابر بھی باقی رہ سکتے ہیں۔

مسلمانوں کی کتنی بڑی بدبختی ہے کہ ان مبارک تعلیمات کے ہوتے ہوئے بھی وہ اتفاق واتحاد کی برکتوں سے محروم نظر آرہے ہیں اسکی بڑی وجہ یہ ہے کہ اتفاق واتحاد کی رٹ تو لگائی جاتی ہے لیکن اخلاق کی درستگی کی طرف کوئی توجہ نہیں دی جاتی کہ جسکے بغیر اخلاق و اتحاد کا تصور ہی بیکار ہے مسلمانوں آپس میں میل ومحبت اور اتفاق واتحاد

دیکھنا چاہتے ہو تو پہلے اخلاق محمدی کے خوگر بن جاؤ بلکہ میں تو یہ کہتا ہوں کہ صرف مسلمان ہی نہیں اگر آج ساری دنیا امن وامان کی خواہش مند ہے اور اہل دنیا موجودہ انتشار اور افراتفری کو واقعتاً دور ہی کرنا چاہتے ہیں تو انہیں بھی اخلاق محمدی سے سبق حاصل کرنا ہوگا کہ جسکے بغیر دنیا میں امن وامان کا قیام ناممکن ہی نہیں بلکہ محال ہے یہ وقت کا کتنا افسوس ناک سانحہ ہے کہ قوم مسلم جسکے آپسی میل ومحبت حسن سلوک اور باہمی رواداری ایک مثالی حیثیت رکھتے تھے آج وہی آپس کے انتشار اور افراتفری کا بری طرح شکار ہو رہی ہے اور یقین جانئے کہ یہ سب نتیجہ ہے اسی معلم اخلاق کی پاکیزہ تعلیمات کو فراموش کردینے کا آج کتنے مسلمان ہیں جو دوسرے مسلمانوں کو واقعتاً اپنا بھائی سمجھتے ہوں ان پر ظلم کرنے سے باز رہتے ہوں ایک دوسرے کو ذلیل نہ کرتے ہوں اپنے بھائیوں کی حاجتیں پوری کرتے ہوں یا اپنے مسلمان بھائیوں کی تکلیفیں دور کرنے کا خیال بھی کرتے ہوں۔

پستی اور زوال کی نشانی

آج مسلمان کی خودغرضی کا یہ عالم ہے کہ اسے اپنی حاجتیں پوری کرنے سے فرصت ہی نہیں ہے تو دوسرے بھائیوں کی حاجتوں کو کیا پورا کریگا مسلمان کی اخلاقی حالت جب اسقدر بدتر ہو چکی ہو کہ وہ اپنے کسی مسلمان بھائی کو تکلیفوں میں مبتلا دیکھکر خوش ہوتا اور بغلیں بجاتا ہو تو اس

سے یہ امید کیونکر کی جاسکتی ہے کہ وہ اپنے بھائی کی تکلیف میں اس کا ہاتھ بٹائیگا اور اسکی تکلیف کو دور کرنے کی کوشش کریگا۔

مسلمان کے اخلاق کی پستی کا عالم جب یہ ہو چکا ہو کہ اسے اپنے بھائیوں کے عیب اچھالنے اور انکی پردہ دری میں مزا آتا ہو تو وہ کس طرح انکے عیبوں پر پردہ ڈال سکے گا ایک مسلمان جب دوسرے مسلمان کو جب بیچ چوراہے پر کھڑے ہو کر برملا مغلظات گالیاں دے سکتا ہو اور وقت آنے پر مار پیٹ سے بھی دریغ نہ کرتا ہو تو اسکے ہاتھ و زبان سے دوسرے مسلمان کس طرح محفوظ رہ سکتے ہیں۔

وہ مسلمان جو دوسرے مسلمان بھائی سے رشتہ توڑنے کو بھلائی جانتا ہو وہ رشتہ کیونکر جوڑ سکتا ہے آج کا وہ مسلمان جو اپنے کسی بھائی کا قصور معاف کرنے کو اپنی کسر شان سمجھتا ہے اور بہت معمولی سی خطا پر اپنے بھائی کا گلا گھوٹنے اور اسکا خون چوسنے ہی کو شان و بہادری جانتا ہے وہ کیا خاک اسکا قصور معاف کریگا۔

وہ اپنے بڑوں کا ادب اور چھوٹوں پر شفقت اور انکے ساتھ محبت کا برتاؤ کیسے کر سکے گا جو ضبط و تحمل کی اخلاقی قدروں کو پھلانگ کر بات بات پر بڑوں اور چھوٹوں پر آستین چڑھاتا ہوا نہیں آنکھیں دکھاتا ہو اور انکا منھ چڑھاتا اور مذاق بناتا ہو۔

مسلمانوں خدارا اس بے راہ روی سے باز آجاؤ وقت کی نزاکت کو محسوس کرو خدا و رسول کے تمام احکامات پر بھرپور عمل کرو اپنی اخلاقی

حالت کو درست کرو اور باہمی رشتہ اخوت کو مضبوط سے مضبوط تر بنا کر اپنے اسلاف و بزرگوں کی طرح آپس میں ایک مضبوط چٹان بن جاؤ ورنہ یاد رکھو کہ دنیا سے حرف غلط کی طرح مٹا دیئے جاؤ گے اور۔

تمہاری داستاں تک بھی نہ ہوگی داستانوں میں

(ماہنامہ سنی دنیا مارچ ۲۰۰۰ء ص ۲۴)

ملوں قدموں سے آنکھیں چشم ایماں کو کروں روشن
مبارک سینو! ابن شہ احمد رضا آئے
(حضور امین شریعت)

منفرد شخصیت

حضور امین شریعت حضرت علامہ
سبطین رضا خاں
صاحب بریلوی

منفرد شخصیت

حضور مجاہد ملت ، حضرت ضیاء الملت وحضرت شمش العلماء رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کی وفات حسرت آیات کے پیہم صدمات ہی کیا کم تھے کہ اسکے فوراً بعد ہی اہل سنت کے آخری تاجدار عمی المحترم سیدی و مرشدی مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کی رحلت نے دلوں کو پاڑ پاڑ کر دیا ۔ ہر طرف غم واندوہ کے بادل چھا گئے ظلمت وتاریکی نے ڈیرا ڈال دیا اور اب یہ حال ہو گیا کہ۔

چراغ لاکھ تھے لیکن کسی کے اٹھتے ہی
برائے نام بھی محفل میں روشنی نہ رہی

یہ ضرور ہے کہ دار آخرت ہی اصل گھر ہے وہی منزل مقصود و مرجع نفوس ہے اور جو پہلے گئے انکے لئے بشارت سابقون الاولون ہے لیکن پندھرویں صدی کے آغاز ہی میں از عرب تا عجم یک بارگی ان اساطین ملت کا سایہ سروں سے اٹھ جانا جہاں یقبض العلم بقبض العلماء کی نشان دہی کرتا ہے وہی کسی ہولناک مستقبل کا پتہ بھی دیتا ہے مولائے کریم اس وقت کی ہولناکیوں سے تمام مسلمانان عالم کو محفوظ رکھے۔ آمین

قدر نعمت پس از زوال بود کے مصداق سرزمین بریلی کے اس گوشہ نشین ولئ کامل کی عظیم المرتبت شخصیت اور انکی غیر معمولی مقبولیت کا

صحیح اندازہ تو حضرت کی وفات کے بعد ہی ہوسکا جبکہ جنازہ مبارکہ وعرس چہلم میں شرکت کے لئے شہر و بیرون شہر ملک و بیرون ملک ہر چہار طرف سے لاکھوں کی تعداد میں لوگ دیوانہ وار ٹوٹ پڑے اور ان اجتماعات کو دیکھکر اپنے تو اپنے غیر بھی ششدر رہ گئے۔ اسوقت پتہ چلا کہ اس عارف حق نے جو مفتی اعظم ہند کے نام سے جانا پہچانا جاتا تھا مخلوق خدا کے دل جیت لئے ہے اور ساری دنیا سے اپنی عظمت وعبقریت کالوہا منوالیا ہے۔

ایں سعادت بزور بازو نیست
تانہ بخشد خدائے بخشندہ

افسوس کے دین وملت کی ایک شمع تھی جو بجھ گئی۔ روشنی کا ایک مینار تھا جو ماند پڑ گیا علم کا ایک فانوس تھا جو بجھ گیا۔ گلستان علم کا ایک مہکتا ہوا پھول تھا جو نظر خزاں ہو گیا۔ تقویٰ و پرہیز گاری کا مجسمہ تھا جو نگاہوں سے اوجھل ہو گیا۔ صدق وصفا کا پیکر تھا جو روپوش ہو گیا۔ یا یوں کہو کہ سچا عاشق رسول تھا جو عشق رسول میں فنا ہو گیا۔ ایک طالب دیدار الٰہی تھا جو اسکے جلوؤں میں کھو گیا۔ حضرت تشریف لے گئے اور اپنی بے شمار یادگاریں چھوڑ گئے جو رہ رہ کر یاد آتی ہیں۔ اور خون کے آنسو رلاتی ہیں۔

ایک ہنگامہ محشر ہو تو اسکو بھولوں
سیکڑوں باتوں کا رہ رہ کے خیال آتا ہے

لیکن نہ تو اس مختصر میں اسکی گنجائش ہے اور نہ ہی فقیر اپنے میں اسکی
اہلیت پاتا ہے۔ کہ اس فقید المثال شخصیت کی پاکیزہ زندگی پر تفصیلی
روشنی ڈال سکے اگرچہ جی تو چاہتا ہے کہ شعور سبھالنے کے بعد سے
چالیس سال تک بصحت ہوش وحواس ان آنکھوں نے جو کچھ دیکھا
اور کانوں سے سنا ہے اسے الفاظ کا جامہ پہناؤں اور موقعہ ملا تو انشاء
اللہ کسی قریبی فرصت میں ایسا کرونگا۔ لیکن سر دست تو مولانا ظہیر
الدین صاحب ایڈیٹر استقامت کی اس مانگ کو پورا کرنا ہے جو
موصوف نے مفتی اعظم نمبر کیلئے کی ہے اور اس سلسلہ میں انکا مطبوعہ
خط جسمیں حضرت مولانا ارشد القادری صاحب کا سوال نامہ بھی شامل
ہے جو ایک ڈیڑھ ماہ پہلے آیا تھا اسکو پڑھتے ہی سوال نمبر چار پر نگاہ ٹھہر
گئی تھی کہ مفتی اعظم کی وہ خصوصیات جو انکے ہم عصر علماء ومشائخ سے
انہیں ممتاز کرتی ہو اس سلسلہ میں بلاخوف وتردید یہ کہا جا سکتا ہے کہ ہر
وہ خوبی جو مابہ الامتیاز ہو اور ہر وہ خصوصیت جو ایک کو دوسرے سے
ممتاز کرتی ہو حضرت میں بدرجہ اتم موجود تھی۔ اور انہیں ہم عصر اور
دوسرے علماء ومشائخ سے ممتاز کرتی ہے۔ اور اگر ایسا نہیں ہے تو یہ
فرمائے کہ وہ کون تھا۔ یا ہے۔ جسے مفتی اعظم کے نام سے پکارا جائے
اور یہ پکارنا اسکو زیب دیتا ہو۔ اب وہ کون ہے جو اس شان سے دار
الافتاء کی زینت بن سکے کہ پیچیدہ سے پیچیدہ مسائل میں اسکا فتویٰ
حرف آخر کی حیثیت رکھتا ہو اب کون ہے جسے تاجدار اہلسنت کہا
جائے اور یہ کہنا اسکے شایان شان ہو۔ اب وہ کون ہے جسکے متعلق یہ کہا

جائے کہ جسے چلتا پھرتا ولی دیکھنا ہو وہ حضرت مفتی اعظم کو دیکھے۔اور یہ کہنا بالکل صحیح ہو اب کون ہے جو علم کا کوہ گراں ہو، اسکے ساتھ ساتھ تقویٰ و پرہیز گاری کا پیکر بھی ہو، اخلاق کا مجسمہ ہو، جسکے دل میں قوم و ملت کا صحیح درد ہو، خدمت دین و خدمت خلق کی سچی تڑپ ہو۔اب کون ہے جو اہل سنت کے اسٹیج پر رونق افروز ہو تو سارے مجمع کا خواہ وہ ہزاروں کا ہو یا لاکھوں کا سبکا رخ اپنی طرف پھیر لیں۔اور سبکا مرکز نگاہ بن جائے جبکہ وہ اپنے زبان مبارک سے تقریر کا ایک لفظ بھی نہ کہے جسکی ایک خاموشی ہزار گویائی پر بھاری ہو۔

اب کون ایسا جری ہے جو بر سر ممبر ہزاروں و لاکھوں کے مجمع میں علماء و مقررین سے ہونے والی لغزشوں پر انکی گرفت کر سکے روک ٹوک سکے اور اسکے تنبیہ کرنے پر وقت کا بڑا سے بڑا عالم سر تسلیم خم کر دے۔اولاً تو اب ایسا ہو نہ سکے گا اور اگر کسی نے یہ جسارت کی بھی تو ڈر ہے کہ مبادا اسی اسٹیج پر آپس ہی میں مناظرہ ٹھن جائے۔

اب کون ایسا مبلغ ہے جو دین کی باتیں بتانے پر آئے تو پکڑ پکڑ کر لوگوں کو دین کی باتیں بتائے۔مسجد میں فریضہ نماز ادا کرنے جائے جو اپنے گرد و پیش ہر نمازی پر نگاہ رکھے کہ سجدے میں کس کی پیشانی زمین پر ٹک رہی ہے۔کسکی نہیں کسکی ناک جمی کسکی اٹھی رہی کسکی انگلیاں زمین سے لگ رہی ہے اور کسکی نہیں کسکی آستین کھلی ہے کسکے گلے کا بٹن نہیں لگا ہے اور پھر سبکو حسب ضرورت

ہدایت فرمائے کون ہے جو آج کے مسلمانوں کی بگڑی ہوئی غیر اسلامی صورتوں کو دیکھکر انہیں سرزنش کرے اور وہ اسکی بات پر کان دھرے اور اپنی اصلاح کی طرف قدم ہی نہ بڑھائے بلکہ دیکھتے ہی دیکھتے انکی شکل وصورت میں نمایا تبدیلی آجائے اور وہ اسلامی سانچے میں ڈھل جائے۔اب کون ہے جو کسی کے خلاف شرع بات دیکھکر پھڑک اٹھے اس پر سخت غم وغصہ کا اظہار کرے لیکن وہی شخص جس پر ناراضگی وغصہ کا اظہار ہو رہا ہو اسی وقت اپنی کسی مصیبت کا حال بیان کرنے لگے دکھ درد بتانے لگے تو سارا غصہ ٹھنڈا پڑ جائے۔جلال جمال میں تبدیل ہو جائے۔جلال وجمال کا یہ حسین امتیاز حضرت مفتی اعظم کی وہ خصوصیت تھی جو آئے دن دیکھنے میں آتی تھی اس سلسلہ میں ایک واقعہ عرض کرتا چلوں جس سے جلال وجمال کی کیفیت کا اندازہ تو ہوتا ہی ہے ساتھ ہی حضرت کے بے پناہ تقویٰ و پرہیزگاری کا پتہ بھی چلتا ہے۔ایک مرتبہ راقم الحروف حضرت کی خدمت میں حاضر تھا دوپہر کا وقت تھا تعویذ لینے کی بھیڑ لگی ہوئی تھی ۔جسمیں مرد بھی تھے اور عورتیں بھی بے پردگی کی وبا آج کل عام ہے لیکن کیا مجال کہ حضرت کے سامنے کوئی عورت چہرہ تو چہرہ ہاتھ بھی کھول سکے ایک عورت جو برقعہ پہنے بیٹھی تھی حضرت نے تعویذ لکھکر دے دینا چاہا تو شامت اعمال کہ اس وقت اسنے برقعہ سے ہاتھ نکال دیا بس پھر کیا تھا حضرت کو جلال آ گیا اور سخت ناراضگی کا اظہار

فرماتے ہوئے کہالاحول ولاقوۃ ہزار بار لاحول لاکھ بار لاحول کروڑ بار لاحول فرماتے ہوئے بایں الفاظ فرمایا کہ۔

ہم ویسے ہی گنہگار کیا کم ہے جو تم اپنی کلائی دکھا کر ہمیں گنہگار کر رہی ہو۔

حضرت کا یہ جملہ خاص طور پر قابل غور ہے بالخصوص ان عورتوں کے لئے جو حیاء و شرم کو بالائے طاق رکھکر بے حیائی کے ساتھ غیروں کے سامنے اپنے چہرے تو چہرے پورے جسم کی نمائش کرتی پھرتی ہے سخت تہدید ہے اور ان مردوں کے لئے بھی جنکی آنکھیں غیر عورتوں کو دیکھتے دیکھتے نہیں تھکتی۔ درس عبرت ہے اور اس سے حضرت کے کمال تقویٰ کا بھی پتہ چلتا ہے کاش ہم کچھ سبق حاصل کرتے لیکن جو بات میں بتانا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ عین اس وقت جب حضرت سخت ناراضگی کا اظہار فرما رہے تھے وہ عورت رونے لگتی ہے اور اپنی مصیبت و پریشانی کا حال بیان کرنے لگی تو معاً دیکھنے میں یہ آیا کہ اسی لمحہ اور اسی آن حضرت کا غصہ سرد ہو گیا جلال کی جگہ جمال نے لی اور یہ معلوم ہوا کہ غصہ آیا ہی نہیں تھا۔ زبان مبارک پر توبہ توبہ کے الفاظ جاری ہو گئے اور فرمانے لگے کہ کہو کیا پریشانی ہے اسکی پریشانی کو غور سے سنا اور پھر سے مزید تعویذ عنایت فرمائے۔

اب کون ہے جو خدمت خلق کرنے پر آئے تو دن کا آرام اور رات کا چین گوا دیں۔ جسکے دربار عالی وقار میں صبح سے شام تک

لوگوں کی آمد کا سلسلہ جاری ہو۔ حاجتمندوں کی بھیڑ لگی رہتی ہو۔ اور آنے والے اگر چہ اپنی ہی ضرورتوں کو لیکر آئے ہو لیکن اسکے دربار میں آتے ہی سبکے سب اسکے مہمان قرار پائے اور انکے لئے اسکا خوان کرم بچھ جائے اور صبح تا شام ہر روز یہ سلسلہ جاری رہتا ہو۔ اب کون ایسا مہمان نواز ہے جو مہمانوں کی خاطر داری میں اتنا انہماک رہتا ہو کہ برسہابرس دوپہر کا کھانا دن کے تین چار بجے تناول فرمائے صرف اس خیال سے کہ مہمان کھانے سے فارغ ہو جائے اور وہ انکی ضرورتوں کے پورا کرنے سے اور اکثر و بیشتر یہ بھی دیکھنے میں آیا کہ بروقت کوئی آنے والا آ گیا اور گھر میں کھانا ختم ہو چکا ہے تو اپنے سامنے کا رکھا ہوا کھانا خندہ پیشانی کے ساتھ اس آنے والے کو بھیج دیا اور خود ایک پیالی چائے پیکر وقت گزار دیا اور اسطرح نبوت و خاندان نبوت کی اس سنت پر عمل کر کے دکھا دیا کہ۔

بھوکے رہتے تھے خود اوروں کو کھلا دیتے تھے
کیسے صابر تھے محمد کے گھرانے والے

اب کون غریبوں کا ایسا غمگسار ہے کہ رؤساء وامراء (رئیس و امیر) بلکہ وقت کا گورنر بھی اسکے دروازے پر آئے تو وہ اسکی پرواہ نہ کریں لیکن غریب کی ادنیٰ دل دہی میں فرق نہ ہونے دیں۔ کان لگا کر اسکا دکھ درد سنے اسے بھیک بھی دیں اور دعائے بھی اور اسطرح اس سنت رسول کی یاد تازہ کر جائے کہ۔

آتا ہے فقیروں پہ انہیں پیار کچھ ایسا
خود بھیک دے اور خود کہے منگتا کا بھلا ہو

بڑوں کا ادب اور چھوٹوں کے ساتھ شفقت و محبت جو اسلام کا ایک زریں اصول ہے اور جس پر عمل کر کے آج معاشرے کے بہت سے دلدر دور کئے جا سکتے ہے بہت سی خرابیوں کا سد باب ہو سکتا ہے آپس میں اتفاق واتحاد کی فضا پیدا کی جا سکتی ہے یہ بات حضرت میں کس درجہ نمایا تھی اسکا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ میرے والد ماجد حضرت مولانا حسنین رضا خاں صاحب علیہ الرحمہ جو حضرت کے چچا زاد بھائی تھے ساتھ کھیلے ساتھ پلے بڑھے ساتھ ہی پڑھا اس قربت و معیت کے باوجود (جو بے تکلفی کیلئے بہت کافی تھی) حضرت انکا بڑے بھائی جیسا احترام فرماتے صرف اسلیئے کہ وہ عمر میں حضرت سے چھ ماہ بڑے تھے والد صاحب حضرت کے مرتبہ کا لحاظ فرماتے اور وہ انکو بڑے ہونے کا اور ان دونے کے آپس میں جو محبت تھے وہ آج سگے بھائیوں میں دیکھنے میں نہیں آتی۔ بھتیجا ہے سگا بھتیجا نہیں مگر حضرت کی شفقت و محبت کہ سگے بھتیجوں سے زیادہ چاہتے تھے بلکہ اپنا بچہ سمجھتے تھے میرا زمانہ طالبعلمی تھا لیکن مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ ایک مرتبہ عید کی نماز پڑھانے کیلئے مجھے اپنے ہمراہ عیدگاہ لے گئے تھے چلتے وقت فرمایا کہ گھر میں سے ایک عمامہ لے لو میں نے حضرت ہی کا عمامہ لے لیا اور ساتھ چلا گیا عیدگاہ پہونچنے پر جب

نماز کا وقت قریب آیا تو فرمایا کھڑے ہو جاؤ میں کھڑا ہو گیا حضرت خود اٹھے تو سارا مجمع کھڑا ہو گیا میرے سر پر عمامہ باندھنے لگے اسی دوران ایک صاحب نے جو مجھ سے واقف نہ تھے حضرت سے دریافت کیا کہ یہ کون ہے تو حضرت نے بکمال شفقت فرمایا کہ آپ نہیں جانتے یہ میرا بچہ ہے۔ پھر والد صاحب قبلہ کا نام لیکر فرمایا کہ انکا لڑکا ہے حضرت نے مجھ ناچیز کو بھی شرف خلافت سے نوازا ہے اور سند خلافت عطا فرماتے وقت میرا نام لکھنے سے پہلے اسمیں بھی اپنے دست کرم سے الولد العزیز لکھا ہے جسکے معنیٰ ہی ہے پیارا بچہ افسوس کہ ہمیں وہ بچہ کہنے والے نہ رہے اور زندگی بے لطف ہو کر رہ گئی ۔زندگی کا سارا مزہ جاتا رہا اب جی تو رہے ہے اور جب تک کی زندگی ہے جیئے لگے لیکن یہ جینا کچھ اس انداز کا ہو گا کہ۔

زندگی در گردنم افتاد بے دل چارہ نیست

شاد باید زیستن ناشاد باد زیستن

جی رہے ہے اور اس امید پر جی رہے ہے کہ کاش کل میدان قیامت میں جب اعمال کا محاسبہ ہو رہا ہو اس وقت بھی حضرت اپنے دامن کرم میں یہ کہکر چھپالیں کہ یہ میرا بچہ ہے تو بیڑا پار ہو جائے یہاں یہ بھی بتاتا چلوں۔ ایک میرا ہی رحمت میں دعویٰ نہیں حضرت کا یہ انداز محبت میرے ہی ساتھ نہ تھا بلکہ میرے بھائیوں اور خاندان کے دوسرے بچوں کے ساتھ بھی یہی حال تھا بڑوں کا ادب اور چھوٹوں

کے ساتھ شفقت ومحبت یہ حضرت کی عادت میں داخل تھا یہی وجہ تھی
کہ نہ صرف اہل خاندان بلکہ کوئی بھی مسلمان خواہ وہ عالم ہوتا یا عامی
مرید ہوتا یا نہ ہوتا معتقد ہوتا یا نہ ہوتا بریلی کا رہنے والا ہوتا یا کہیں باہر کا
اگر وہ شریعت کا پابند ہوتا اور عمر میں بڑا ہوتا تو اسکے مرتبہ کے لائق
اسکی عزت فرماتے اور چھوٹا ہوتا تو اسکے ساتھ محبت سے پیش آتے
بلکہ عالم دین اگر کم عمر بھی ہوتا جب بھی اسکی عزت افزائی فرماتے
یہی وجہ تھی کہ ایک دو مرتبہ میں ہی حضرت کی خدمت کا حاضر باش اور
انکے پاس بیٹھنے والا ہر شخص یہ سمجھتا کہ حضرت مجھ سے زیادہ کسی کو نہیں
چاہتے ہے اور اسی محبت کے پردے میں وہ اللہ ورسول کی سچی محبت
لوگوں کے دلوں میں کوٹ کوٹ کر بھرتے رہے لیکن ان تمام
خصوصیتوں سے بڑی خصوصیت جو ان سب پر بھاری ہے وہ حضرت
کا بے پناہ اخلاق تھا جو کام بھی ہوتا خالصاللہ ہوتا حرص وطمع، نام و
نمود، خودستائی وخودنمائی سے دور ونفور فروتنی اور عاجزی تواضع و
انکساری سے معمور یہ تھی حضرت کی زندگی کی سب سے بڑی
خصوصیت جسکا اب وجود نظر نہیں آتا۔ آج تو عالم یہ ہے کہ کسی کو
معمولی سی بڑائی حاصل ہو جاتی ہے تو وہ اپنے ہی منہ میاں مٹھو بننے
کے مصداق زبان وقلم کے زور پر سب سے بڑا بننے کی کوشش شروع
کر دیتا ہے پھر وہ اپنے آگے کسی کو کچھ نہیں سمجھتا چھوٹے تو چھوٹے
بڑوں کا بھی بڑا ہو جاتا ہے لیکن حضرت مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ جو بلا

شبہ پورے خاندان کے بڑے تھے اور نہ صرف خاندان کے بلکہ
پورے قوم وملت کے بڑے تھے جنکی بڑائی کو عرب وعجم نے تسلیم کیا
بایں فضل وکمال انہوں نے کبھی بھی زبان وقلم کے بل بوتے پر بڑا
بننے کی کوشش نہیں فرمائی۔ نہ ہی کوئی ایسی مہم چلائی اور نہ اسے پسند
فرمایا وہاں تو انکساری کا یہ عالم تھا جو بارہا دیکھنے میں آیا اسلئے کہ بفضلہٖ
تعالی سفر وحضر میں بے شمار جلسوں میں حضرت کے ساتھ رہنے
کا اتفاق ہوا۔ سب سے پہلے بنارس کی کانفرنس منعقدہ اپریل
۱۹۴۶ء میں حضرت مجھے اپنے ہمراہ لے گئے تھے۔ دارالعلوم شاہ عالم
احمد آباد کے افتتاح کے موقع پر بھی میں حضرت کے ساتھ تھا جسکے بعد
گجرات کے دوسرے مقامات کا تقریباً ایک ڈیڑھ ماہ دورہ رہا تھا
کانکیر ضلع بستر مدھیہ پردیس جہاں حضرت ہی کے ایماء پر (جو عالم
خواب میں فرمایا تھا) احقر ایک عرصہ سے مقیم ہے اس علاقہ کا وہاں
کے احباب کے اصرار پر حضرت نے کئی بار دورہ فرمایا اور میں
حضرت کی خدمت میں ساتھ رہا ہر جگہ دیکھنے میں آیا کہ جلسوں اور
کانفرنسوں میں بھی تعارف کروانے والا جب حضرت کا تعارف کراتا
اور بڑے بڑے القاب وآداب کے ساتھ حضرت کا نام لیتا تو فوراً
حضرت کی زبان مبارک پر معاذ اللہ استغفر اللہ توبہ توبہ کے الفاظ
جاری ہو جاتے تھے۔ اسی کمال انکساری وتواضع کا یہ بدل تھا کہ
قدرت نے انہیں وہ علو مرتبہ عطا فرمایا جسے دیکھ کر دنیا دنگ رہ گئی یہ

ہے وہ بات کہ من تواضع للہ رفعہ اللہ۔

غرض یہ ہے کہ حضرت کی ذات والا صفات محاسن اور خوبیوں کا ایک ایسا حسین گلدستہ تھی جسکا ابکوئی ثانی نظر نہیں آتا یہ اور بے شمار خصوصیات تھی جو انہیں اپنے ہم عصر علماء و مشائخ سے ممتاز کرتی ہے لہٰذا یہ کہتے ہوئے رخصت ہوتا ہوں کہ۔

عشق میرا سا نہانی دل بلبل میں نہیں
بو جو پھولوں میں ہے میرے وہ کسی گل میں نہیں
(مفتی اعظم نمبر ماہنامہ استقامت کانپور صفحہ نمبر ۳۴۸)

مسلک اعلیٰ حضرت ہمارے اکابر کا پسندیدہ نعرہ ہے
اس کی مخالفت یا اس سے نفرت شیطانی وسوسہ سے کم نہیں

(حضور امین شریعت)

حضور مفتی اعظم علیہ الرحمہ

سیکڑوں خوبیاں آپکی ذات مقدسہ میں پائی جاتی تھی۔اور انکی فطرت وعادت میں داخل تھی۔ جو خوبیاں سب سے زیادہ نمایا نظر آتی ہے بلکہ آئے دن جنکا مشاہدہ ہوتا رہتا تھا وہ تھی انکی تواضع وانکساری مخلوق خدا کی خدمت گزاری اور دنیا سے بے تعلقی و بے نیازی کہ جسکا آج کے علماء و مشائخ میں فقدان نظر آتا ہے۔(الا ماشاء اللہ) اور یہی وہ پسندیدہ عادتیں تھی کہ جنکی وجہ سے انہوں نے سیکڑوں نہیں ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں دلوں کو موہ لیا تھا۔ ذرا غور تو فرمائے کہ علم کا وہ کوہ گراں جسکے سامنے وقت کا بڑے سے بڑا عالم بھی لب کشائی سے گھبراتا اور انکے سامنے زانوئے ادب طے کرنے کو اپنی سب سے بڑی سعادت سمجھتا ہو لیکن کوئی ثابت نہیں کرسکتا کہ حضرت کے کسی بھی قول و فعل تعلی، تفوق، برتری کا کبھی بھی اظہار ہوا ہو کبر و نخوت تو دور کی بات ہے جبکہ آج حال یہ ہے کہ جسکو تھوڑا سا بھی علم حاصل ہو جاتا ہے وہ غرور علم میں مبتلا ہو جاتا ہے۔اور ہم چوں من دیگرے نیست حضرت کی ساری زندگی خدمت خلق میں گزری انہوں نے اپنی صحت و آرام کا خیال کئے بغیر آخر عمر تک مخلوق خدا کی خدمت کرتے رہے۔

(حضور مفتی اعظم اور انکے خلفاء ص ۳۵۴)

متقی بن کر دکھائے اس زمانہ میں کوئی
ایک میرے مفتی اعظم کا تقویٰ چھوڑ کر
(حضور ازہری میاں)

ماہ محرم اور مفتی اعظم

حضور امین شریعت حضرت علامہ
سبطین رضا خاں
صاحب بریلوی

ماہ محرم اور مفتی اعظم

گر تازہ خواہی داشتن داغہائے سینہ را
گاہے گاہے باز بخواں ایں قصہ پارینہ را

حضرت کی رحلت کو اس ماہ محرم سنہ ۱۴۱۰ھ میں آٹھ سال پورے ہوئے لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ کل ہی کی بات جو ذہن سے نکل نہ سکی اور نہ انشاء اللہ تا دم قیامت نکل سکے گی اسلئے کہ ماہ محرم جس سے اسلامی نیا سال شروع ہوتا ہے اسکے آتے ہی حضرت کی یاد بھی تازہ ہو جاتی ہے حضرت مفتی اعظم ہند مولانا مصطفٰے رضا خاں صاحب (نور اللہ مرقدہ) ایک سچے عاشق رسول کا نام ہے جو عشق رسول کا پیکر تھے جسکی گواہی انکا ہر قول وعمل دے رہا تھا۔ دنیائے محبت میں یہ بات مسلمات سے ہے کہ محبوب کی ہر ادا محبّ کو پیاری ہوتی ہے۔ اس سے تعلق رکھنے والی ہر چیز عزیز ہوتی ہے اسکا گھر یار دیار و امصار اسکی آل واولاد دوست واحباب سب محبوب ہوتے ہیں۔ اس حقیقت کی روشنی میں اگر دیکھا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ والرضوان جہاں سنت رسول کے پابند تھے وہاں انہیں صحابہ کرام اہل بیت اطہار مظلومین طیبین بالخصوص حضرت امام حسین مظلوم کربلا شہید جور و جفا سے بھی سچی عقیدت قلبی تعلق اور گہرا لگاؤ تھا۔ رب تبارک وتعالی نے اسکا صلہ حضرت مفتی اعظم کو یہ عطا فرمایا

کہ انکی رحلت کے لئے ایسا وقت اور ایسا مہینہ مقرر فرمایا جو حضرت امام عالی مقام کی شہادت عظمیٰ کی یاد تازہ کرتا ہے۔ مفتی اعظم ہند نے غم امام کو چونکہ اپنا غم بنا لیا تھا اسلئے خالق کائنات نے اپنی حکمت کاملہ سے کام لیکر غم مفتی اعظم کو غم حسین میں اس طرح ضم فرمایا کہ اب سال بسال جب کبھی محرم کا مہینہ امام عالی مقام کے غم میں مسلمانوں کے دلوں کو تڑپاتا ہوا آئے گا تو ساتھ ہی مفتی اعظم کی یاد سے اہل سنت کی آنکھوں کو اشکبار کرتا ہوا گزر جائے گا۔ دس محرم الحرام اگر جگر گوشئہ نور دیدۂ علی و بتول حضرت امام حسین کی اس شہادت کبریٰ کی یاد دلاتا ہے جس نے ساری دنیا میں تہلکہ مچادیا تھا۔

انسان تو انسان چرند و پرند، شجر و حجر، زمین و آسمان جس کے غم میں رو رہے تھے۔ بلکہ خون کے آنسو بہا رہے تھے تو یقین جانئے کہ اسی امام کے سچے غلام اور عاشق زار مفتی اعظم کی رحلت کا وقت بھی کچھ وہی منظر پیش کر رہا تھا۔ ۱۳۔۱۴ محرم کی درمیانی شب کے درمیانی حصہ میں سرزمین بریلی سے آپ نے داعئ اجل کو لبیک کہا اور آناً فاناً صبح ہوتے ہوتے ریڈیو اور اخبارات کے ذریعہ ساری دنیا میں یہ خبر پھیل چکی تھی اور پھر ہر طرف رنج و غم آہ و بکا کا سما نظر آرہا تھا۔ انتہاء تو یہ ہے کہ محرم کی چودھویں شب تھی مطلع صاف تھا حسب معمول سر شام سے آسمان پر تارے جھلملانے لگے تھے چودھویں کا چاند پوری آب و تاب سے دنیا کو روشن و منور کرتا ہوا نمودار ہوا تھا۔ لیکن دیکھنے میں یہ

آیا کہ اول شب ہی میں ہلکا ہلکا ابر چھانے لگا اور جیسے جیسے رات گزرتی گئی مطلع غبار آلود ہوتا چلا گیا یہاں تک کہ آپکی وفات کیوقت اندھیرا اور گھٹا ٹوپ اندھیرا چھا چکا تھا گویا مشیت ایزدی اور رحمت خداوندی کو یہ بھی گوارا نہ ہوا کہ جب زمین پر آفتاب علم و ولایت غروب ہو رہا ہے تو آسمان پر ماہتاب چمکتا رہے اور اپنی تابانی بکھیرتا رہے چنانچہ بحکم الٰہی چاند روپوش ہو گیا ہر طرف غم و الم کے آثار نظر آنے لگے اور یہ محسوس ہونے لگا کہ زمین و آسمان بھی اس غم میں برابر کے شریک ہیں۔ یہ ہے وہ بات کہ موتُ العالم موتَ العالم ،عالم کی موت عالم کی موت ہوتی ہے۔ اور اس موت کا غم اپنے اور پرائے زمین و آسمان بھی مناتے ہیں۔

شب میں ایک بج کر چالیس منٹ پر وصال ہوا اور اسی وقت سے آستانہ عالیہ پر لوگوں کی آمد کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا۔ اور صبح ہوتے ہوتے ہزارہا مرد و عورت اپنے اس روحانی و مذہبی پیشوا کی آخری زیارت کیلئے امنڈتے ہوئے سیلاب کی طرح چلے آ رہے تھے۔ یہاں تک کہ پولیس کو کنٹرول کرنا پڑا مکان کے صدر دروازے سے درمیان میں بلیاں باندھکر دو راستے بنا دئے گئے تھے کہ ایک سے مرد اور دوسرے سے عورتیں قطار در قطار اندر جاتے ایک دروازہ سے داخل ہوتے اور زیارت کرتے ہوئے دوسرے دروازے سے باہر نکل جاتے اور یہ سلسلہ اس روز دن بھر اور اسکے بعد آنے والی

رات جمعہ کی صبح غسل دیئے جانے کے وقت تک برابر جاری رہا۔ غسل کے وقت تھوڑی دیر کیلئے بند ہوا پھر شروع ہو گیا لیکن جنازہ مبارکہ اٹھنے سے کچھ قبل اہل خانہ (خواتین) کو آخری زیارت کرانے کیلئے مکان میں پردہ کرایا گیا اس وقت اہل خاندان اور گھر ہی کے لوگ تھے نہ پوچھئے اس وقت کی سراسیمگی کا عالم وہ کون سا دل تھا جو بھر نہ آیا ہو اور وہ کونسی آنکھ تھی جو آنسوؤں کی موتی نہ لٹا رہی ہو اور ایسا کیوں نہ ہوتا اسلئے کہ آج مفتی اعظم ہند ہی کا جنازہ نہیں اٹھ رہا تھا ہم سب کی بلکہ تمام اہل سنت کی حسرتوں کا جنازہ اٹھ رہا تھا۔ اس گھر ہی کی برکت رخصت نہیں ہو رہی تھی بلکہ بریلی کی برکت، انکے علم کی برکت، تقویٰ کی برکت، فتویٰ کی برکت، خدمت خلق کی برکت، حضرت کے حسن اخلاق کی برکت و حسن کردار کی برکت اور نہ جانے کون کون سی برکتیں جو انکے مبارک دم سے وابستہ تھیں۔ اور جنکا صحیح لطف و لذت حضرت کی حیات ظاہری میں مل رہا تھا وہ سب ہی رخصت ہو رہی تھی (یہ اور بات ہے کہ انکے باطنی فیوض برکات کا سلسلہ آج بھی جاری ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ صبح قیامت تک جاری رہے گا) لیکن خدا کا فضل رہا کہ اس کسمپرسی اور عالم ہاہو میں صبر کا دامن کسی کے ہاتھ سے نہ چھوٹا اور خلاف شرع جزع وفزع یا بلند آواز سے آہ وبکا سننے میں نہ آیا۔ مجھے خیال آیا اور اسکی تائید عزیزی مولانا رحمانی میاں مرحوم نے بھی کی تھی (جو اس وقت حیات تھے مولیٰ تعالیٰ

انکی مغفرت فرمائے آمین) کہ باہر نکل کر ہم لوگوں کو کاندھا دینا
مشکل ہوگا لہٰذا مکان کا دروازہ بھی بند رکھا جائے اور وہاں تک گھر ہی
کے لوگ جنازہ شریف کو لے چلیں اگر چہ صحن مکان سے باہر کے
دروازہ کا فاصلہ زائد سے زائد دس پندرہ قدم کا ہوگا لیکن اس وقت یہ
سعادت ہم لوگوں نے حاصل کی مگر دروازہ کھلتے ہی جو منظر دیکھنے میں
آیا وہ یہ تھا کہ انسانوں کا ایک سیلاب ہے جو مکان کی چوکھٹ اور
اسکے درودیوار سے ٹکرا رہا ہے اور ہر شخص اس کوشش میں ہے کہ جنازہ
تک پہونچ کر کاندھا دینے کی سعادت پہلے میں حاصل کروں۔ کسی
شاعر کا یہ شعر منظر کی کچھ عکاسی کر رہا ہے۔

اٹھا جو میخانہ بدست ساقی رہی نہ کچھ تاب ضبط ساقی
تمام میکش پکار اٹھے یہاں سے پہلے یہاں سے پہلے

جن لوگوں کو حضرت کے مکان کی زیارت نصیب ہوئی ہے وہ جانتے
ہے کہ دروازہ سے سڑک تک کا فاصلہ ۴۔۶ قدم سے زائد نہ ہوگا مگر
اسکو طے کرنے اور جنازہ مبارکہ کو سڑک تک پہونچانے میں بلا مبالغہ
۱۵۔۲۰ منٹ کا وقت صرف ہوا بمشکل سڑک پر پلنگ رکھا گیا اور لمبی
لمبی بلیاں اسمیں باندھی گئیں تا کہ زیادہ سے زیادہ لوگ بیک وقت
کاندھا لگا سکیں۔ اس وقت احقر کو خیال آیا کہ کندھا نہ دے سکوں تو
جنازہ شریف کے سرہانے ہاتھ لگائے چلا چلوں مگر یہ خیال بھی دس
قدم قائم نہ رہ سکا اسلئے کہ لوگوں کا ہجوم ٹوٹا پڑ رہا تھا اور مجھ ناتواں و

دل شکستہ کو چلنا مشکل ہو گیا تھا قریب تھا کہ گر جاتا کہ ایک صاحب
نے ازراہ ہمدردی میرا بازوں پکڑ کر ایک جانب کر دیا اور کہا کہ آپ
نہیں چل سکے نگے پھر یہ ارادہ کیا کہ اتنا قریب رہوں کہ کم از کم
جنازہ پر نگاہ پڑتی رہے مگر یہ ارادہ بھی پورا نہ ہو سکا جنازہ شریف
آگے بڑتا گیا اور ہم پیچھے ہوتے چلے گئے یہاں تک کہ وہ نگاہوں
سے اوجھل ہو گیا اور پھر اسی میدان میں اور وہ بھی بعد نماز دیکھا جا سکا
جہاں نماز جنازہ پڑھی گئی تھی جن راستوں سے جنازہ گزر رہا تھا ان
میں دور تک گنجان آبادی ہے مکانوں اور دکانوں کا سلسلہ ہے جن
میں مسلمانوں سے زیادہ غیر مسلموں کے مکانات ہیں اونچی اونچی
بلڈنگیں ہیں لیکن انھوں نے بھی اس دن اپنے اپنے مکانوں اور
بلڈنگوں کے دروازہ کھول دیئے تھے اور عام اجازت دے رکھی تھی کہ
جسکوں جہاں موقع ملے جا سکتا ہے چنانچہ دور تک مکانوں دکانوں
بالا خانوں کی چھتوں حد یہ کہ درختوں کے تنوں پر لوگ بیٹھے بلکہ شہد کی
مکھیوں کی طرح چپکے نظر آرہے تھے پورے راستہ میلاد خوانی کی
مختلف ٹولیاں نعت و منقبت پڑھتی چل رہی تھیں ہر طرف سے عطر
وگلاب چھڑ کا جارہا تھا پھولوں کی بارش ہو رہی تھی غرض کہ ایسا حسین
منظر اس سے پہلے نہ آنکھوں نے دیکھا نہ کانوں نے سنا تھا عاشق کا
جنازہ ہے ذرا دھوم سے اٹھنے والی بات صادق آرہی تھی جمعہ کا مبارک
دن تھا اور نماز کا وقت قریب تھا راستہ میں جو مساجد ملتی گئیں وہ پُر ہوتی

گئیں چھوٹی مسجدوں کی بات تو جانے دیجئے بڑی بڑی مساجد کی وسعتیں تنگ ہوگئیں جب مسجد میں جگہ نہ رہتی تو باہر کے میدان اور سڑکوں پر صف بندی شروع ہوجاتی جس سے کئی جگہ شہر کا ٹریفک رک گیا چنانچہ راقم الحروف نے خود سٹی اسٹیشن کے قریب سڑک پر نماز ادا کی اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ یہ مجمع نماز جمعہ سے فارغ ہوکر جب اس میدان میں پہونچا ہوگا جہاں نماز جنازہ ہوتی تو پھر کتنا بڑا اجتماع ہوگا ادھر نماز کے وقت شہر ونواح دور ونزدیک سے آنے والوں کا تانتا بندھا رہا لوگ مختلف سواریوں سے پہونچ رہے تھے ان میں بہت سے وہ مسلمان بھی تھے جنہوں نے جمعہ وعیدین کی نماز بھی کبھی نہ پڑھی ہوگی ۔ وہ بھی مفتی اعظم علیہ الرحمہ کی نماز جنازہ میں شرکت کے شوق میں دیوانہ وار دوڑے چلے آرہے تھے بڑے معمر لوگوں اور پولیس افسران کو یہ کہتے سنا گیا کہ ہم نے بہت سے سیاسی مذہبی لوگوں کے جنازے میں شرکت کی لیکن ایسا ہجوم کہیں دیکھنے میں نہ آیا بہت سے جوان جنازہ شریف کے قریب نماز سے قبل ہی اسلئے جمع ہوگئے تھے کہ نماز کے فوراً بعد حلقہ بنالیں گے اور جنازہ گاڑی پر رکھ لیا جائے گا اور انہوں نے ایسا ہی کیا لیکن وہ حلقہ تھوڑی دیر بھی قائم نہ رہ سکا اسلئے کہ ہر طرف سے ہجوم ٹوٹ پڑا اور اسنے چارپائی کو اپنے کندھوں پر لے لیا پھر کیا تھا لوگ پروانہ وار نثار ہوتے جارہے تھے کوئی چارپائی سے اپنے ہاتھ کو مس کر رہا تھا کوئی رومال یا ٹوپی کے

ذریعہ سعادت حاصل کرنا چاہتا تھا کوئی پھول پھینک رہا تھا کوئی پھولوں کی پتیاں جنازہ پر سے اٹھانا چاہتا تھا اور ایک عجیب منظر دیکھنے میں آیا کہ جنازہ کو لے جانے کی کوئی سمت مقرر نہ تھی جس طرف کو لے چلے لے چلے ایک طرف دور تک جاتے اور پھر کسی دوسری جانب رخ ہو جاتا ادھر دور تک نکل جاتے اس وقت حضرت کی وہ بات یاد آئی جو آخر عمر میں کبھی جھنجھلاہٹ میں فرمایا کرتے کہ لوگوں نے مجھے بنگو بنا رکھا ہے جہاں چاہتے ہیں لے جاتے ہیں۔ در حقیقت یہی کیفیت بعد وفات دیکھنے میں آئی وہ تو یہ کہئے کہ بروقت پولیس نے مداخلت کی اگر ایسا نہ کیا جاتا تو مجمع پر کنٹرول ہونا مشکل تھا۔ بدقت تمام جنازہ مبارکہ گاڑی یا ٹرالی میں رکھا گیا اور خانقاہ عالیہ کی سمت روانگی ہوئی جہاں پہونچتے پہونچتے شام ہو گئی خانقاہ شریف کے دروازے پہلے ہی بند کر دیئے گئے تھے۔ اور خیال تھا کہ خاندان ہی کے افراد اندر رہیں اور مزار پاک میں اتاریں ویسے یہ لاکھوں کا ہجوم خانقاہ میں کب سما سکتا تھا مگر دروازہ کھلتے ہی لوگ اندر جانے کے لئے بے تابانہ ٹوٹ پڑے بہت سے لوگ اپنی کوشش میں کامیاب بھی ہو گئے بڑی جدو جہد اور کشمکش کے بعد جنازہ شریف کو اندر لیا جا سکا حضرت کو انکی آخری آرام گاہ تک پہونچایا جا سکا اس وقت خوش قسمتی سے قبر میں بائیں جانب احقر کو بھی اترنے اور کافی دیر ان مبارک قدموں سے برکتیں حاصل کرنے کا موقع دستیاب ہو

گیا کافی دیر اسلئے جو پتھر قبر مبارک پر رکھے گئے ان میں کا ایک ناپ سے کچھ بڑا تھا۔ جس کو کاٹنے تراشنے میں وقت لگا جسے غنیمت جانتے ہوئے احقر نے فائدہ اٹھایا ان لمحات کو فقیر اپنے لئے حاصل زندگی سمجھتا ہے اسلئے کہ اس وقت ایک ایسی نعمت مترقبہ اتفاق سے ہاتھ آ گئی تھی جن کا حضرت کی حیات میں بھی کبھی موقع نہ مل سکا تھا اور وہ یہ کہ عالم بے خودی میں قدموں کو کبھی چومتا کبھی آنکھوں سے لگاتا کبھی انکے مبارک تلوؤں کو چہرے سے مس کرتا جتنی دیر بیٹھا رہا یہی کرتا رہا ۔ فا لحمد لله علی ذالك ۔اور اسکے بعد وہی ہوا جواب تک ہوتا آیا ہے پتھر رکھ دیئے گئے اور آپکے جسد خاکی کو سپرد خاک کر دیا گیا۔انا لله و انا الیه راجعون۔

اسطرح وہ ہم سے ہمیشہ کے لئے رخصت ہو گئے مگر دیکھنا یہ ہے کہ رسول اللہ کا یہ سچا عشق اور امام مظلوم کا شیدائی جو زندگی بھر دین حق اور مخلوق خدا کی خدمت کرتا رہا احقاق حق اور ابطال باطل فرماتا رہا دین کے دشمنوں اور جفا کاروں سے لڑتا رہا تلوار سے نہ سہی قلم سے جہاد فرماتا رہا۔ اپنی زندگی کے آخری دور میں دنیا سے جاتے جاتے بھی حضرت امام عالی مقام کی سنت پر عمل کرتے ہوئے ایک ایسا معرکہ سر کر گیا جو رہتی دنیا تک یاد کیا جائے گا۔ کون نہیں جانتا کہ اسی دور میں جبری نسبندی کے معاملہ نے زور پکڑا یہاں تک کہ حکومت کے جبر و تشدد سے لوگ تنگ آ گئے تھے عوام تو عوام خواص بھی اسکی زد پر

تھے نہ جانے کتنے علماء کو زدوکوب کیا گیا کتنوں کو جیل میں ٹھونسا گیا گو ایک بلائے ناگہانی تھی جو لوگوں پر ٹوٹ پڑی تھی اور اس سے چھٹکارے کی کوئی تدبیر سمجھ میں نہیں آتی تھی۔ ہندوستان بھر کے علماء کی زبانوں پر مہر سکوت لگی ہوئی تھی۔ بعض نام نہاد علماء طیب و طاہر نام کے مفتیوں نے حکومت سے خوف زدہ ہوکر اپنے موقف ہی کو بدل ڈالا تھا۔ لیکن قربان جائیے اس پیر جواں ہمت کے جو بآں ضعف پیری وعلالت بلاخوف وخطر شمشیر بکف ہوکر (قلم کی تلوار لیکر) میدان میں آیا اور یہ پوری جرائت ایمانی کے ساتھ اسکے عدم جواز و حرمت کا کھلم کھلا حکم صادر فرماکر افضل الجہاد کلمۃ حق عند سلطان جابر کا تمغہ ایمانی بارگاہ رسالت سے پا گیا۔ اس طرح حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمہ نے نہ صرف وقت کے ایک اہم ترین مسئلہ میں لوگوں کی دینی رہنمائی فرمائی بلکہ اس عظیم مصیبت سے اپنوں اور غیروں کو چھٹکارا دلا کر انکی گلوخلاصی فرمادی یہ ہیں مفتی اعظم اور یہ ہیں انکا حسینی کردار۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے کہ۔

یاد کرتا ہے زمانہ انہیں انسانوں کو

روک دیتے تھے جو اٹھتے ہوئے طوفانوں کو

۲۲/ ذی الحجہ ۱۳۱۰ھ مطابق ۱۸۹۲ء میں پیدا ہونے والے مفتی اعظم ہند اپنی حیات مبارکہ کے ۹۲/ سال پورے کرکے محرم ۱۴۰۲ھ میں رحلت فرماتے ہیں۔ جس کے حساب سے امسال ذی الحجہ

۱۴۱۰ھ میں آپکی ولادت باسعادت کوسوسال پورے ہوئے اوراسی بنا پر ملک اور بیرون ملک جگہ جگہ جشن صد سالہ مفتی اعظم منایا گیا ۔اسلامی سال کے آخری مہینہ کو حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلاۃ والسلام سے خصوصی نسبت ہے اسمیں آپ کی پیدائش اورمحرم میں وفات اس امر کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ آپ یقیناً ملت ابراہیمی کے سچے محافظ اور حسینی کردار کے علمبردار تھے اور یہ بات بھی ظاہر ہے کہ نئے سال کا آغاز باعث مسرت وخوشی ہوتا ہے اسلئے نئے سال کی آمد پر ایک دوسرے کومبارکباد دی جاتی ہے حضرت مفتی اعظم ہند دنیا میں تشریف لائے تو نئے سال کی آمد تھی اور خداوند قدوس کی بارگاہ قدس میں باریاب ہوئے تو سال نو کا آغاز ہو چکا تھا گویا آپکی دنیا کی زندگی مسرتوں سے لبریز تھی اورآخرت کی زندگی میں بھی شادکام اورفائز المرام رہے۔ لھم البشریٰ فی الحیوٰۃ الدنیا و الاٰخرۃ ۔اس بات کا ثبوت اس واقعہ سے بھی ملتا ہے کہ حضرت مفتی اعظم کی پیدائش جب ہوئی اس وقت آپکے والد ماجد امام اہلسنت اعلیحضرت فاضل بریلوی رضی المولی تعالی عنہ اپنے پیر ومرشد کے آستانہ مبارکہ واقع مارہرہ مقدسہ میں حاضر تھے۔ کہ اس خانوادے کے ایک صاحب کشف وکرامت بزرگ حضرت شاہ ابوالحسین المعروف بہ نوری میاں رحمۃ اللہ تعالی علیہ اعلی حضرت کوخوش خبری سناتے اور مبارک بادی دیتے ہیں ۔کہ مولانا آپکے

یہاں لڑکا پیدا ہوا ہے جو عالم باعمل اور ولئ کامل ہوگا اور تادیر دینی خدمات انجام دیگا وغیرہ وغیرہ اور کچھ دن بعد حضرت نوری میاں علیہ الرحمۃ والرضوان جب بریلی شریف تشریف لائے تو حضرت مفتی اعظم کو اپنی گود میں لیکر نہ صرف اپنے حلقہ ارادت میں داخل فرمایا بلکہ اسی وقت خلافت واجازت بھی عطا فرمادی۔

حضرت نوری میاں علیہ الرحمہ کے مرتبہ کی عظمت کو سمجھنا ہو تو اعلی حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے اس شعر کی روشنی میں سمجھو جو آپ نے قصیدۂ نوری کے اختتام پر مقطع میں فرمایا ہے کہ۔

اے رضا یہ احمد نوری کا فیض نور ہے
ہوگئی میری غزل بڑھ کر قصیدہ نور کا

معلوم ہوا کے حضرت مفتی اعظم مولانا شاہ مصطفٰے رضا خاں صاحب قدس سرہٗ ایک ایسے عالم باعمل اور ولئ کامل کا نام ہے کہ جس کے علم ولایت کا چرچہ اللہ کے نیک بندوں کی زبانوں پر آپ کے اس خاکدانعالم میں قدم رکھتے ہی آچکا تھا یہی وجہ کہ انکی زندگی بھی روشن وفات بھی تابناک اور مرقد میں بھی اجالا ہی اجالا ہے جیسا کہ خود تحدیث نعمت کے طور پر فرما گئے کہ۔

نور ایماں کی مشعل رہے روشن پھر تو
شب و روز مرقد نوری میں چراغاں ہوگا

(ماہنامہ اعلیٰ حضرت مفتی اعظم نمبر ۱۹۹۰ء صفحہ نمبر ۲۴)

دے حسنین وہ تقسیح انکو

جس سے بڑے کھسیاتے یہ ہی

(حضور اعلیٰ حضرت)

برادر زادہ اعلیٰ حضرت استاذ العلماء

حضرت مولانا حسنین رضا خاں

صاحب علیہ الرحمہ

حضور امین شریعت حضرت علامہ

سبطین رضا خاں

صاحب بریلوی

برادرزادۂ اعلیٰ حضرت استاذ العلماء حضرت مولانا حسنین رضا خاں صاحب علیہ الرحمہ

امام اہل سنت اعلی حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کے منجھلے بھائی استاذ زمن حضرت مولانا حسن رضا خاں صاحب حسن بریلوی علیہ الرحمہ کے منجھلے صاحبزادے تھے۔آپ کو اعلی حضرت سے فخر تلمذ حاصل تھا۔ اور خلافت بھی ۔نیز اعلی حضرت علیہ الرحمہ کی ایک صاحب زادی پہلے آپ کو منسوب ہوئی تھیں جن کا کچھ عرصہ بعد انتقال ہوگیا تھا۔دوسرے الفاظ میں یوں کہا جائے کہ آپ فاضل بریلوی کے حقیقی بھتیجے ،شاگرد رشید ،خلیفہ و دماد تھے۔حضرت نے اپنے دیوان میں جہاں خلفاء کا تذکرہ فرمایا ہے۔وہاں انہیں اس طرح یاد فرمایا ہے۔

جس سے بڑے کھسیاتے یہ ہی　　　　دے حسنین وہ تقیح انکو

تقریباً اکیانوے برس کی عمر پائی۔حضرت مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ سے صرف چھ ماہ بڑے تھے۔اورانکے ہم سبق رہے تھے۔تعلیم گھر ہی میں دار العلوم منظر اسلام میں حاصل کی۔غالباً اسی زمانہ میں اعلی حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھا بھی تھا۔نیز معقولات کی کچھ کتابیں رام پور جاکر وہاں کے مشہور عالم حضرت مولانا ہدایت رسول

صاحب رامپوری سے بھی پڑھی تھیں۔فراغت کے بعد کچھ عرصہ تک مادر درسگاہ دارالعلوم منظراسلام میں درس بھی دیا تھا۔شاگردوں میں بعض کے نام یہ ہیں۔شیر بیشۂ اہلسنت حضرت مولانا حشمت علی خاں صاحب پیلی بھیتی ،مولانا ابرار احمد صاحب صدیقی تلہری،مولانا حامد علی صاحب رائے پوری،خاندانی افراد میں مولانا سردار علی خاں صاحب عرف عزو میاں ،مولانا ادریس رضا خاں صاحب،مولانا اعجاز ولی خاں صاحب،حضرت مولانا تقدس علی خاں صاحب،جن میں اتفاق سے مؤخرالذکر کے علاوہ باقی تمام حضرات یکے بعد دیگرے اللہ کو پیارے ہو چکے ہیں۔مولائے کریم ان سبکی مغفرت فرمائے۔آمین

حضرت والد ماجد علیہ الرحمہ میں خاندانی شرافت ونجابت وعلمی قابلیت کے علاوہ اور بھی بے شمار خصوصیات پائی جاتی تھیں۔خداداد ذہانت ،زور قلم ،حق گوئی و بے باکی،شگوفتگی مزاج ،حسن اخلاق، فیاضئ طبع ،سادگی، ایثار وقربانی دین وملت ومخلوق خدا کی خدمت کا جذبہ بیکراں ، یہ وہ خصوصیات ہیں جو ان میں نمایاں طور پر پائی جاتی تھیں ۔بعض نا مساعد حالات کی بناء پر درسگاہ سے علیحدگی اختیار کرنے کے بعد حسنی پریس کے نام سے ایک پریس قائم کیا تھا۔جو ایک زمانہ تک کام کرتا رہااور کتب دینیہ بالخصوص رسائل اعلیحضرت علیہ الرحمہ کی اشاعت کا کام اس سے بہت بڑے پیمانے پر ہوتا رہا

ہے۔ بہت سے رسائل تو اپنے صرفہ سے چھاپے اور مفت تقسیم کرائے۔ اس دور کو ہر حیثیت سے انکی زندگی کا شاندار دور کہا جا سکتا ہے۔ اس وقت صحت بھی بہت اچھی تھی اور فارغ البالی بھی تھی۔ شہر کے رؤوسا میں آپ کا شمار ہوتا تھا۔ اسی زمانہ میں خلافت کمیٹی، ندوی تحریک، فتنہ وہابیت اور دوسرے اٹھنے والے فتنوں کے سد باب کیلئے شاہزادگان اعلیٰ حضرت حضرت حجۃ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ و حضرت مفتی اعظم ہند مدظلہ الاقدس، و دیگر علماء کرام کے ہمراہ اعلیٰ حضرت کا دست راست بنکر کام کرتے رہے۔ جماعت رضائے مصطفےٰ بریلی کی ماضی کی شاندار خدمات میں آپ کا نمایاں حصہ تھا۔ حلقہ احباب بہت وسیع تھا جس میں علماء و مشائخ کے علاوہ شہر و بیرون شہر کے بہت سے رؤوسا و وکلاء و بیرسٹران نیز سیاسی لیڈر، حکام اور اعلیٰ افسران، امیر و غریب، غرض کہ ہر طبقہ کے لوگ شامل تھے۔ جو آپ کے علم و فضل کے دل سے معترف تھے اور آپ کا ادب و احترام پوری طرح ملحوظ رکھتے تھے۔ انکی نشست گاہ ہر صبح سے لیکر شام تک مقامی بیرونی لوگوں کی آمد و رفت کا تانتا بندھا رہتا تھا جن میں ملنے والوں کے علاوہ ضرورت مند بھی کثیر تعداد میں ہوتے تھے۔

ہمہ وقت مجلس گرم رہتی۔ مختلف موضوعات پر گفتگو ہوتی لیکن کبھی غیر مہذب و ناشائستہ گفتگو نہ فرماتے انداز گفتگو اتنا پیارا اور دل پذیر ہوتا اور بات اتنی ٹھوس فرماتے کہ مخاطب کے دل میں اتر جاتی اور وہ

مطمئن ہی تو ہو جاتا۔طبیعت اتنی مرنجا مرنج اور شگوفتگی پائی تھی کہ
کیسا ہی مغموم و متفکر انسان آپ کے پاس آتا لیکن تھوڑی ہی دیر میں
سارا رنج وغم بھول جاتا ہر ماحول میں اپنے لئے گنجائش پیدا کر لینا اور
بر وقت و برجستہ دماغ سے ایسی بات نکالنا کہ جو پورے ماحول پر اثر
انداز ہو اس میں کمال حاصل تھا۔چنانچہ ایک مرتبہ کی بات ہے کہ
ایک ایسی محفل میں شریک تھے کہ جس میں انگریزی تعلیم یافتہ طبقہ
کے نوجوانوں کا ایک اچھا خاصہ گروپ بھی موجود تھا۔اور کچھ بزرگ
اور معمر افراد بھی شریک محفل تھے اور وہ نوجوان ایک خادم کو جو دماغ کا
کچھ بودا تھا مغربی تہذیب کے مطابق انگریزوں کے بیررس
(BEARERS) جیسا لباس پہنا کر اور اس طرح سجا کر لائے تھے کہ
جب اسکا نام لیکر کوئی پکارتا تو وہ کھڑے ہو کر باآواز بلند جواب میں
یس سر (yes sir) کہتا جس پر خوب قہقہے لگتے تالیاں بجتیں تھوڑے
تھوڑے وقفہ سے یہ تماشا ہو رہا تھا آپ نے محسوس فرمایا کہ یہ بات
اسلامی تہذیب اور اس مجلس کے آداب کے خلاف ہے۔کہ جس میں
کچھ بوڑھے اور معزز لوگ بھی شریک ہیں ظاہر ہے کہ اس وقت سختی
سے روکا جاتا یا تفہیم کا کوئی دوسرا انداز اختیار کیا جاتا تو اس سے نا
خوشگواری پیدا ہونے کا قوی امکان تھا لہٰذا آپ نے موقع پا کر خادم کو
اشارہ سے اپنے پاس بلایا اور فرمایا کہ یہ لوگ تمہیں بیوقوف بنا رہے
ہیں اتنا بھی نہیں سمجھتے ہو۔اس نے دریافت کیا کہ پھر کیا کروں فرمایا

کہ اب اگر تمہیں کوئی آواز دے تو یس سر (yes sir) کہنے کے بجائے زور سے ڈنکی (donkey) کہنا (یہ انگریزی زبان کا ایک لفظ ہے جسکا معنیٰ گدھا کے ہیں) چنانچہ اسکے کچھ ہی دیر بعد جب کسی مسخرے لڑکے نے اسے آواز دی اور جواب میں خادم نے ڈنکی کہا ہے تو ایک مرتبہ پھر لوگ زور سے ہنس پڑے مگر اس نوجوان پر جیسے اوس پڑ گئی ہو پھر کسی اور کو بھی آواز دینے کی جرائت نہ ہوئی۔ اور ختم مجلس تک سکوت رہا۔

غرض کہ برمحل گفتگو حاضر دماغی اور ذہانت بلا کی پائی تھی۔ شیخ الادب حضرت مولانا غلام جیلانی صاحب اعظمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کہ انہیں بھی حضرت سے فخر تلمذ حاصل تھا والد ماجد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ذہانت کا تذکرہ کرتے ہوئے ایک مرتبہ فرمایا کہ جس زمانہ میں حضرت درس دیتے تھے معقولات کی بڑی بڑی کتابیں آپ کے پاس رہا کرتی تھیں کبھی کبھی ایسا ہوا کرتا کہ کسی ضرورت سے باہر تشریف لے جاتے ہفتہ عشرہ بعد شب میں واپس ہوتے اور صبح کو بغیر مطالعہ کئے درسگاہ میں تشریف لے آئے اور پڑھانا شروع کر دیا مشکل سے مشکل سبق ہوتا، طلبہ جو اس وقت محنتی اور ذہین ہوتے تھے ہر طرف سے اعتراضات کی بوچھار کرتے اور آپ سب کو یکے بعد دیگرے مسکت اور تسلی بخش جواب دیتے جاتے اور دوران سبق محسوس نہ ہونے دیتے کہ بغیر مطالعہ پڑھا رہے ہیں۔ سرکار دو عالم ﷺ کی سیرت مقدسہ آپ کے اخلاق حسنہ، اولیاء کرام کے حالات زندگی اور

تاریخی واقعات کو اس خوبی سے بیان فرماتے کہ آپ کے پاس بیٹھنے والے جن میں وکلاء و بیرسٹران بھی ہوتے تھے وہ بھی آپ کی گفتگو پورے انہماک اور توجہ سے سنتے اور اس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہتے ۔آپ مقرر نہیں تھے اوائل عمری میں کبھی تقریر فرمائی ہوگی جن لوگوں نے اسے سنا تھا انہیں میں سے ایک صاحب نے فرمایا تھا کہ مولانا نے تقریر کی طرف توجہ نہیں فرمائی ورنہ ہندوستان میں اپنے دور کے واحد مقرر ہوتے متعدد کتابیں بھی تصنیف فرمائیں جن میں دشت کربلا ،نظام شریعت، اور اسباب زوال طبع ہو چکی ہیں ۔انہیں دیکھ کر آپ کے زور قلم کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے خشک سے خشک مضمون کو اس خوبی و سلاست سے تحریر فرماتے کہ اس میں دلکشی اور نکھار پیدا ہو جاتا اور پڑھنے والوں کو ایک خاص کیف محسوس ہونے لگتا ہے۔ پتہ ہی نہیں چلتا کہ یہ چودھویں کے آغاز میں پیدا ہونے والے کسی بوڑھے کا قلم ہے یا اس نئے دور کے کسی ادیب شہیر کا۔ شعر و شاعری سے خاصی دل چسپی تھی اور کیوں نہ ہوتی کہ استاذ زمن کے لخت جگر تھے۔ اگرچہ بہت کم اشعار کہے ہیں لیکن جو کچھ کہے وہ بہت خوب ہیں۔

حضرت استاذ زمن کا مشہور شعر ہے۔

جو سر پر رکھنے کو مل جائے نعل پاک حضور
تو پھر کہیں گے کہ ہاں تاجدار ہم بھی ہیں

آپ کی ایک نعت کا مطلع ہے جس میں اسی مفہوم کو یوں ادا فرمایا ہے۔

تیری نعل مقدس جس کے سر پر سایہ گستر ہے
وہی فرمانروائے ہفت کشور ہے سکندر ہے

دوسرے اشعار ملاحظہ فرمائیے۔

خدا ہی جانے انکے سر کی عزت اور عظمت کو
قدم انکے جہاں پہنچے وہ عرش رب اکبر ہے

تیرے الطاف بے پایاں تیری چشم کرم مولیٰ
ہمیں پر ہے ہمیں پر ہے ہمیں پر ہے ہمیں پر ہے

ہمارے پاس تھا ہی کیا جسے قربان کر دیتے
یہ اک ٹوٹا ہوا دل ہے جو قدموں کی نچھاور ہے

یہ مہر و ماہ بھی تو منتظر ہیں اک اشارے کے
زمیں پر آپ رہتے ہیں حکومت آسماں پر ہے

پلٹنے والے کیا پلٹے مقدر کا پلٹنا۔۔۔ تھا
نہ یاں وہ سبز گنبد ہے نہ یاں اللہ کا گھر ہے

غضب ہی کر دیا حسنین طیبہ سے پلٹ آئے
وہ جیتے جی کی جنت ہے وہ جنت سے بھی بڑھکر ہے

اتباع شریعت اور سرکار دو عالم ﷺ کی سچی محبت جو آپکے والد ماجد اور امام اہلسنت اعلی حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہما کی حیات

مبارکہ کا بہترین سرمایہ تھا۔اس سے بفضلہٖ تعالیٰ آپ نے بھی حصہ
وافر پایا تھا اگرچہ درس وتدریس کو چھوڑے ہوئے ایک طویل عرصہ
گذر چکا تھا لیکن سرکار کی بیشمار احادیث طیبہ انہیں زبانی یاد تھیں
جنہیں وقتاً فوقتاً عوامی نشستوں میں بیان فرماتے اور اکثر دیکھنے میں
آتا کہ حدیث پاک بیان کرتے ہوئے آپکے قلب مبارک پر رقت
طاری ہوگئی اور آنسوؤں سے آنکھیں پرنم ہوگئیں ہیں علم دین
بالخصوص قرآن وحدیث سے گہرا لگاؤ طبیعت کو تھا اور اسکا ثبوت اس
بات سے ملتا ہے کہ آپ نے اپنے تینوں لڑکوں کو دین ہی کی تعلیم
دلوائی انتہا یہ کہ اسکول کی ابتدائی تعلیم سے بھی نا آشنا رکھا حالانکہ
چاہتے تو اس وقت اعلیٰ سے اعلیٰ مغربی تعلیم دلوا سکتے تھے عزیز احمد
خاں صاحب ایڈوکیٹ جوشہر بریلی کے ایک مشہور اور قابل وکیل تھے
آپ کے یہاں کے حاضر باش اور قدر بے تکلف تھے وہ کبھی کبھی
کہہ دیا کرتے تھے کہ مولانا آپ سب بچوں کو نرا مولوی بنائے دیتے
ہیں کم از کم ایک کو تو انگریزی پڑھائیے تو آپ خوش اسلوبی سے ٹال
دیتے اور فرماتے کہ ہاں انہیں نرا مولوی ہی بنانا ہے اور اسی میں انکی
فلاح ہے آپ کی اپنی اولاد کیلئے خصوصی دعا یہ ہوتی کہ اے رب کریم
تو ان سب کو دین کا سچا خادم اور اعلیٰ حضرت کے علوم کا صحیح وارث بنا
دے اور ان سے دین کی وہ خدمت لے جس سے تو اور تیرا رسول
راضی ہوجائیں اور اسکے ساتھ ہی اپنے تمام اعزہ واحباب اور دنیا بھر

کے مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے لئے دعا فرماتے تھے۔
احباب کیلئے دل کی وسعت کا یہ عالم تھا کہ جس وقت جسکو کسی چیز کی ضرورت پیش آئی اور اسنے طلب کی فوراً بے تامل دیدی پھر اسکی سمجھ میں آیا تو واپس دی ورنہ اسی کے پاس رہی۔ایک مرتبہ ایک صاحب آئے اور کہا کہ میری اہلیہ ایک بڑے گھرانے کی شادی میں شرکت کیلئے جا رہی ہیں اور انکے پاس فلاں زیور کی کمی ہے آپ مکان کے اندر تشریف لے گئے اور میری والدہ صاحبہ مرحومہ سے وہ زیور لیجا کر انہیں دیدیا پھر تا زندگی انہوں نے واپس نہ کیا اور آپ نے بھی واپسی کا مطالبہ نہ فرمایا اس سے بہتر آج کی دنیا میں ایثار وقربانی کی مثال اور کیا ہوسکتی ہے احباب میں سے کبھی کسی کی معمولی سی دلشکنی گوارا نہ فرمائی آپ کی زندگی اس سلسلہ میں شاعر کے اس شعر کا صحیح مصداق تھی کہ۔

خیال خاطر احباب چاہئے ہر دم
انیس ٹھیس نہ لگ جائے آبگینوں کو

انکے احباب میں سے بہت تو آپ کی حیات ہی میں دنیا سے رخصت ہو چکے تھے اور کچھ پاکستان کو منتقل ہو گئے تھے لیکن آپ تا حیات ان سب کو یاد فرماتے رہے۔مرحومین کیلئے دعائے مغفرت فرماتے اور جو حیات تھے انکے لئے صحت وسلامتی کی دعا فرماتے تھے۔
مسلمانوں اور بالخصوص غریب مسلمانوں سے آپکو ہمیشہ قلبی تعلق اور گہرا لگاؤ رہا جہاں امراء ورؤوساء آپکی محفل میں ہوتے وہاں بہت

سے ضرورت مند غریب بھی بیٹھے نظر آتے کسی کو نوکری کی تلاش ہے تو آپ کے پاس چلا آرہا ہے کسی کو امداد چاہئے کوئی اپنے مقدمہ میں آپکی سفارش کا طلبگار ہے کسی کو اسکول یا کالج میں اپنے غریب بچے کی فیس معاف کرانا ہے غرض کہ ہر قسم کی ضرورتیں لیکر لوگ آپکی خدمت میں آتے رہتے اور کوئی ضرورت مند کسی وقت بھی آجاتا آپ اپنے تمام ضروری کاموں کو پس پشت ڈال دیتے پہلے اسکی سرگذشت سنتے اور اسکا کام کرنے کو تیار ہو جاتے۔ شہر اور اسکے نواح میں تمام سرکاری و نیم سرکاری محکموں و کچہریوں، اسکولوں، کالجوں میں آپکے جاننے والے آپ سے عقیدت و محبت رکھنے والے بیشمار لوگ موجود تھے قلم اٹھایا اور حسب ضرورت کسی کے نام سفارشی خط لکھ دیا ضرورت محسوس کرتے تو بنفس نفیس خود تشریف لے جاتے آنے والے نے اگر سواری کا انتظام کرلیا ہے تو فبھا اور اگر وہ اپنی غربت کیوجہ سے نہ کرسکا تو خود ہی سواری کر لی اور اسکا کرایہ اپنی جیب خاص سے ادا کر دیا اور بروقت سواری کا انتظام نہ ہوسکا تو پیدل ہی تشریف لے گئے اور اس غریب کا کام کر آئے یہ انکی زندگی کا وہ بہترین مشغلہ تھا جو اس وقت تک جاری رہا جب تک قویٰ میں توانائی باقی رہی۔ اور آخری میں بھی جبکہ قویٰ جواب دے چکے تھے یہ جذبہ بدستور باقی تھا یہ اور بات تھی کہ اسے بروئے کار نہ لاسکتے تھے بلا مبالغہ مختلف محکموں میں سیکڑوں کو ملازمتیں دلوائیں، بہت سے ملزمین

کو جو ناحق پکڑے جاتے رہا کرایا کتنوں کی حکام سے سفارش کر کے سزائیں معاف کرائیں، کتنے ہی مسلمانوں کے آپس کے جھگڑے اور اختلافات ختم کرائے۔ان میں صلح کرائی اکثر ایسا ہوا ہے کہ صبح کو ناشتہ کے بعد مکان سے تشریف لے جاتے تو دو پہر کو آتے اور پھر بعد عصر تشریف لیجاتے تو شب ۱۱۔۱۲ بجے واپس آتے اور یہ سارا وقت دوسروں ہی کے کاموں میں گذرتا مخلوق خدا کی خدمت میں صرف ہوتا اپنے کاموں کا حال تو یہ تھا کہ پریس ختم ہونے کے بعد زمینداری کا کام کرنے لگے تھے لیکن جہاں کسی دوسرے کا کوئی کام سامنے آیا اور آپ دیہات سے شہر آ گئے اب چاہے وہاں اپنا کتنا ہی نقصان ہو جائے اسکی کوئی پرواہ نہیں گھر میں اور کسی کو تو کیا کہنے کی جرائت ہوتی۔میری والدہ مرحومہ کبھی کہہ دیتیں کہ گاؤں میں نقصان ہو رہا ہوگا نوکروں کا کیا اعتبار جو چاہینگے کرینگے تو آپ فرماتے تم بیوقوف ہو گئی ہو اس سے میری عاقبت سنورتی ہے رہا گاؤں کا معاملہ تو وہاں سے جو کچھ میری قسمت میں ہوگا مل ہی جائے گا اس سے انکی طبعیت کی قناعت کا انداہ بخوبی لگایا جا سکتا ہے یہ کہا جائے تو غلط نہ ہوگا کہ حضرت والد ماجد علیہ الرحمہ کی زندگی دوسروں کیلئے وقف تھے اور خیر الناس من ینفع الناس کی آئینہ دار، مخلوق خدا کی بے لوث خدمات انجام دیں دوسروں کیلئے بہت کچھ کیا اور اپنے لئے بظاہر کچھ نہ کیا یہی وجہ ہے کہ تقسیم ہند کے بعد جب حالات نے پلٹا

کھایا زمینداری کا خاتمہ ہوا تو معاشی الجھنوں سے انہیں دو چار ہونا پڑا مگر اس وقت کو صبر وشکر سے گذارا اور کبھی ناشکری کے کلمات زبان پر نہ لائے اور بایں ہمہ علم وفضل انکی زندگی سادگی کی مرقع تھی کہ کوئی اجنبی ان کو دیکھنے کے بعد جلد یہ فیصلہ نہیں کر سکتا تھا کہ یہ کوئی بڑے عالم ہونگے۔ بقول محبّ محترم حضرت مولانا مفتی شریف الحق امجدی صاحب امجدی کہ انہونے چہلم کے موقعہ پر تقریر کرتے ہوئے فرمایا اور بالکل بجا فرمایا کہ انکا علم وفضل اور انکی ساری خوبیاں انکی سادگی میں پوشیدہ تھیں شہرت ونام ونمود سے ہمیشہ دور نفور رہے گزشتہ چند سال سے بہت ضعیف ہو گئے تھے اور زندگی کے تمام ہنگاموں سے دور رہ کر اپنے اوقات عزیز کو خداوند قدوس کی یاد میں گذار گئے معمول کے مطابق نمازوں کی پابندی، اوراد ووظائف صبح شام تلاوت قرآن پاک کا سلسلہ جاری رہا اور جب اسکی بھی سکت نہ رہی پھر بھی الحمدللہ والشکرللہ اور اللہ اللہ کا ورد ہمہ وقت جاری تھا یہاں تک کہ اللہ اللہ کہتے ہوئے ۵ر صفر المظفر ۱۴۰۱ھ مطابق ۱۴ر دسمبر ۸۱ء روز یکشنبہ اللہ کو پیارے ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ جناب سید اعجاز صاحب رضوی جو ایک معمر اور دیانتدار آدمی ہیں غسل میں شریک تھے۔ انہوں نے بقسم بیان فرمایا کہ دوران غسل زبان مبارک سے اللہ فرمایا۔ والعلم عند اللہ

وقف تھی زندگی جسکی حق کیلئے
اس مجاہد ملت پہ لاکھوں سلام

یکے از مردان حق

حضور امین شریعت حضرت علامہ
سبطین رضا خاں
صاحب بریلوی

یکے از مردان حق

محبّ گرامی قدر حضرت مولانا غلام مصطفےٰ صاحب حبیبی کا بہت دن سے اصرار رہتا کہ حضرت مجاہد ملت علیہ الرحمہ کی حیات طیبہ کے تعلق سے کوئی مختصر مضمون قلمبند کیا جائے۔ مگر ابتک مصروفیت کے علاوہ یہ خیال بھی دامن گیر رہا کہ کہاں حضرت کی ذات مقدس اور کجا یہ ہیچمداں کسی عالم ربانی عارف باللہ صوفی باصفا مرد حق آگاہ کی حیات پاکیزہ پر روشنی ڈالنے کے لئے ضرورت اس بات کی ہوتی ہے کہ آدمی ان بزرگ کے حالات زندگی سے پوری طرح واقف ہو اور خود بھی علوم وفنون میں کامل مہارت رکھتا ہو اسلئے کہ ان حضرات کی پاکیزہ زندگیاں رموز واسرار الٰہی اور سنن رسالت پناہی کی آئینہ دار ہوتی ہے جسے جاننے والے ہی جان سکتے اور پہچاننے والے ہی پہچان سکتے ہیں۔ میں تو صرف اتنا جانتا ہوں کہ حضرت مجاہد ملت علیہ الرحمہ علم کا کوہ گراں، تقویٰ و پرہیز گاری کے پیکر، اخلاق نبوی کے خوگر، بڑوں کی بارگاہوں میں حد درجہ مؤدب، چھوٹوں پر انتہائی شفیق ومہربان اور باطل کے مقابلہ میں پتھر کی چٹان متواضع ومنکسر المزاج ایسے کی جوانکی دست بوسی کرتا وہ فوراً بلا تاخیر اسکے ہاتھ چوم لیتے جس پر بعض علماء کو اعتراض بھی تھا کہ حضرت ہر فاسق وفاجر کی دست بوسی فرماتے ہے حالانکہ فاسق کی اہانت چاہئے نہ کہ تعظیم مگر فقیر کی سمجھ میں یہ بات

آئی کہ حضرت کا کمال انکسار تھا کہ وہ اپنی اَنا کو باالکلیہ فنا کر دینا چاہتے تھے۔تا کہ انانیت کا شائبہ بھی باقی نہ رہے ظاہر ہے کہ جب کسی کی دست بوسی کی جاتی ہے تو تقاضۂ بشریت کچھ نہ کچھ تو احساس برتری اسکے دل میں پیدا ہو سکتا ہے حضرت اس احساس کو بھی سرے سے ختم ہی فرما دیتے تھے کہ نا رہے باس اور نہ بجے بانسوری اسے بھی حضرت کی تواضع وانکساری کہا جائے یا خوردہ نوازی، اخلاق کریمانہ کا نام دیا جائے یا شفقت بزرگانہ کہ اب سے تقریباً بیس پچیس سال قبل حضرت ہی کے علاقہ اڑیسہ میں ہفتہ عشرہ سفر میں ساتھ رہنے کا اتفاق ہو گیا یہ زندگی میں پہلا اور آخری موقع تھا اس وقت تک نہ میں حضرت سے زیادہ قریب تھا اور نہ ہی انکی شخصیت سے پوری طرح واقف لیکن اس ایک ہی سفر میں حضرت کے حسن اخلاق سے ایسا متاثر ہوا کہ نہ صرف وہ دوری دور ہو گئی بلکہ انکی عزت وعظمت قدر و منزلت دل ودماغ میں گھر کر گئی۔ یہ بھی بزرگی کی علامت ہے کہ جو اخلاص کے ساتھ کسی بزرگ کی بارگاہ میں حاضر ہوتا ہے تو وہ انہیں کا ہو جاتا ہے۔ چنانچہ میرے پیر ومرشد زبدۃ العارفین قدوۃ السالکین حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کا بھی یہی حال تھا کہ جو ایک مرتبہ انکی خدمت میں حاضر ہوتا انہیں کا ہو جاتا۔

حضور مجاہد ملت اس پیر جواں ہمت کا نام ہے جو اپنے قلب مبارک میں قوم وملت کا صحیح درد رکھتے تھے اور بے پناہ عزم محکم کہ قوم وملت کی

خاطر اگر جیل جانا پڑا تو گئے ظالموں کا ظلم سہا لیکن تا آخر عمر اپنے موقف سے یک سر مو انحراف نہ فرمایا۔

یقیں محکم عمل پیہم محبت فاتح عالم

جہاد زندگانی میں ہیں مردوں کی یہ شمشیریں

امیروں میں امیر ایسے کہ ایک بڑے علاقہ کے جاگیردار ہوتے ہوئے بھی ادھر نگاہ اٹھا کے نہ دیکھا قوم وملت کے لئے سب کچھ لٹا دیا اور خود فقیرانہ سج دھج کے ساتھ زندگی گزار گئے عالم باعمل ایسے کہ حضر تو حضر سفر میں بھی نماز نہ چھوڑتے غرض کہ حضرت مجاہد ملت کی زندگی اس بے راہ روی کے دور میں ہر اعتبار سے عوام وخواص کیلئے ایک بہترین نمونہ عمل تھی ۔ مولی تعالی انکی قبر پاک پر تا حشر رحمتوں کے پھول برسائے اور مسلمانوں کو انکی زندگی سے سبق حاصل کرنے کی توفیق رحمت فرمائے۔ آمین

وقف تھی زندگی جسکی حق کے لئے

اس مجاہد ملت پہ لاکھوں سلام

گلزارِ حسن کا گل رنگین ادا ہے
تحسین رضا واقعی تحسین رضا ہے
(حضور ازہری میاں)

صدر العلماء پیکر حلم و بردباری

حضور امین شریعت حضرت علامہ
سبطین رضا خاں
صاحب بریلوی

صدر العلما پیکر حلم و بردباری

آہ : مظہر مفتی اعظم برادر عزیز مولانا تحسین رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اچانک رحلت سے جو صدمہ جانکاہ دل و دماغ کو پہنچا ہے وہ مدتوں بھلایا نہ جاسکے گا یہ ایک ایسا زخم ہے جسکا اندمال جلد ممکن نہیں اپنی مسلسل علالت و کمزوری کے باعث سمجھ تو یہ رہا تھا کہ بھائیوں میں بڑا ہونے کی وجہ سے دنیا سے جانے میں بھی پہلا نمبر میرا ہی رہے گا مگر مشیت ایزدی کچھ اور ہی تھی جو ۱۸ رجب المرجب ۱۴۲۸ھ کو ظاہر ہوئی۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

ادھر امام احمد رضا اکیڈمی بریلی کی جانب سے بذریعہ مولانا صغیر اختر مصباحی خط آیا کہ انکے حالات پر کچھ لکھوں مگر اپنا حال تو یہ ہے کہ قلم اٹھانے سے پہلے دل بیٹھ جاتا ہے آنکھیں اشکبار ہو جاتی ہیں مگر انکی محبت کا جذبہ دل ابھارتا کہ جیسے بھی کچھ ہو لکھوں ضرور، کبھی بچپن کی یاد ستاتی ہے کبھی زمانہ طالبعلمی کا خیال آتا ہے جب ہم دونوں ساتھ پڑھتے تھے اور تقریباً پانچ چھ سال تک یہ سلسلہ جاری رہا اسکے بعد شیخ الحدیث محدث اعظم پاکستان کی دعوت پر ایک سال کیلئے پاکستان چلے گئے تھے کبھی انکی سادگی طبع، سادہ لوحی، تواضع وانکساری، حلم و بردباری، متانت وسنجیدگی، زہد وتقویٰ و پرہیزگاری، خلق خدا کی خدمت کا جذبہ بیکراں بر خلاف اسکے اخلاق رذیلہ، ریا کاری و

دکھاوا، تکبر و غرور سے دوری برتی۔ انکی پاکیزہ زندگی کی سیکڑوں باتوں کا رہ رہ کے خیال آتا ہے۔

انکی علمی صلاحیت و قابلیت پڑھانے کا انداز (انداز تفہیم) تو یہ انکے بے شمار تلامذہ ہی بتا سکیں گے کہ جنہوں نے انکے سامنے زانوئے ادب طئے کئے، ہم تو جانتے ہیں کہ انکی زندگی کا بہترین مشغلہ پڑھنا پڑھانا ہے جو زمانہ طالبعلمی سے آخر تک جاری رہا، ذالك فضل الله یوتیه من یشاء۔

اب آخر میں اپنے پیارے بھائی کے خلوص و محبت اور قلبی لگاؤ کا جو انہیں مجھ سے تھا، اور مجھے ان سے تھا اس کا کچھ تذکرہ کروں۔ بڑوں کا ادب اور چھوٹوں سے شفقت و محبت جو اسلامی اخلاق کا ایک زریں حصہ ہے اگر آج بھی مسلمان اس پر عمل کرے تو مسلمانوں میں گھر گھر جو خانہ جنگی چھڑی ہوئی ہے، وہ یکسر ختم ہو جائے، اور اتفاق واتحاد کی فضا پیدا ہو جائے، میں ان سے عمر میں بڑا ہوں مگر مجھے یہ لکھنے میں کوئی عار نہیں کہ وہ مجھ سے علم میں بڑے تھے۔

ذالك فضل الله من یوتیه من یشاء

اسکے باوجود جب کوئی بات ان سے کہتا تو مان لیتے، پڑھانے کے زمانہ میں انہیں منطق و فلسفہ سے بہت زیادہ دلچسپی تھی اور ایک عرصہ تک یہی پڑھاتے رہے، میں نے ان سے کہا کہ اب اسے چھوڑو اب دوسرے فنون نیز تفسیر و حدیث و فقہ بھی پڑھاؤ تو انہوں نے اس

طرف توجہ دی اور اس سے انہیں اتنی دلچسپی بڑھی کہ نہ صرف مدرسہ میں پڑھاتے بلکہ محلّہ کی بڑی مسجد میں ہر جمعہ کو بعد فجر درس قرآن و حدیث کا سلسلہ شروع کرایا جو آخر تک جاری رہا پچیس سال تک پابندی سے درس دیا جس میں کثیر تعداد میں لوگ شریک ہوکر فیضیاب ہوتے رہے۔

مدرسہ سے ان دنوں تنخواہ کم ملتی تھی۔ میں نے مشورہ دیا کہ کتب خانہ کھول دو تو گھبرائے کہ کون سنبھالے گا کون چلائے گا میں ان دنوں ناگپور میں تھا وہاں سے کچھ کتابیں خرید کر پارسل سے بھجوا دیئے تو مجبوراً راضی ہو گئے اور کتب خانہ بنام مکتبہ مشرق قائم کر دیا، انہیں دنوں قاری عرفان الحق آ گئے جو انکے شریک کار ہو گئے اور وہ مکتبہ آج تک چل رہا ہے خدا کا فضل ہے کہ ہم بھائیوں میں کبھی کوئی اختلاف نہیں ہوا اور ہوا بھی تو ختم ہو گیا مکان و زمین کی تقسیم پر اکثر بھائیوں میں اختلاف ہو جاتا ہے مگر اس مرحلہ سے بھی بآسانی گذر گئے والد صاحب کے انتقال کے بعد جب انہوں نے مکان کی تقسیم کیلئے مجھے لکھا تو میں نے انہیں لکھ دیا کہ تم دونوں بھائی تقسیم کر لو اور جو میرے حصہ میں آئے چھوڑ دو، چنانچہ ایسا ہی ہوا میں باہر رہا اور مکان کی تقسیم ہو گئی مزید برآں میرے مکان کی تعمیر کا مسئلہ سامنے آیا باہر رہنے کی وجہ سے میرے لئے یہ امر مشکل تھا کہ میں یہاں رہ کر مکانکی تعمیر کراؤں، یہ کام بھی انہوں نے اپنے ذمہ لے لیا اور اپنی

نگرانی میں یہ کام بھی کرادیا انکی محبت اور سعادت مندی کا یہ حال تھا
کہ چھوٹے چھوٹے کام انکے سپرد کردیتا اور وہ بخوشی انجام دیتے
۶۳ سے میں باہر رہتا ہوں مدھیہ پردیش جس کا ایک حصہ اب چھتیس
گڑھ کہلاتا ہے حضرت مفتی اعظم کے ایماء پر جو عالم خواب میں فرمایا
تھا وہاں جانا ہوا اور آج بھی وہیں رہتا ہوں۔

برادر عزیز اور یہ ناچیز اتفاق سے قد وقامت نیز شکل وصورت میں
یکساں تھے کہ اگر میرا لباس وہ پہن لیتے یا میں انکے کپڑے پہنتا تو
دیکھنے والے کو امتیاز مشکل ہوتا کہ کسی دوسرے کا لباس ہے، اس زمانہ
میں کئی بار ایسا ہوا کہ ضرورت پڑنے پر انہیں لکھ دیا کہ کپڑے سلوا کر
بھیج دو تو اپنے ناپ کے سلوا کر مطلوبہ کپڑے بھیج دیئے شکل وصورت
میں مشابہت اس درجہ کہ ان سے کوئی صاحب کسی کام کے لئے کہتے
اور کچھ دن بعد میں انہیں مل جاتا تو وہ مجھ سے دریافت کرنے لگتے کہ
فلاں کام کرنے کے لئے آپ سے کہا تھا اس کا کیا رہا یہی معاملہ
انکے ساتھ ہوتا تھا ایسا اکثر ہوا۔ اس زمانہ میں فون اور مبائل کا چلن
نہیں تھا خط وکتابت ہوا کرتی تھی کبھی وہ لکھتے کبھی میں لکھتا خط کے
شروع میں آداب والقاب اور سلام کے بعد یہ ضرور لکھتے کہ بہت دن
سے آپ لوگوں کی خیریت معلوم نہیں ہوئی فکر ہے۔

افسوس کہ وہ فکر کرنے والا نہ رہا اور اپنی فکر ہم لوگوں کے لئے چھوڑ گیا
وقت رخصت ان پر خدا ہی جانے کیا گذری اور اب کس حال میں

ہیں، لیکن میرا وجدان یہ کہتا ہے کہ وہ گئے نہیں ہیں بلکہ مدینہ کی پر فضا بہاروں میں کھو گئے اس لئے کہ بہت پہلے اپنی ایک نعت کے مصرے میں کہا تھا۔

مدینہ سامنے ہے بس ابھی پہنچا میں دم بھر میں
تجسس کروٹیں کیوں لے رہا ہے قلب مضطر میں

دعا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ انہیں جنت میں اعلیٰ سے اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ

غمزدہ دل شکستہ
سبطین رضا غفرلہ
۹ر شعبان المعظم ۱۴۲۸ھ
(صدر العلماء محدث بریلوی نمبر ص ۲۸)

دین کی اصل عقل، عقل کی اصل علم اور علم کی اصل صبر ہے۔
(حضرت فضیل رحمۃ اللہ علیہ)

ٹی وی
کے
مضر اثرات

حضور امین شریعت حضرت علامہ
سبطین رضا خاں
صاحب بریلوی

ٹی۔وی کے مضر اثرات

ماہ فاخر ربیع الآخر ۱۴۰۵ھ کی کسی تاریخ کو رائے پور مدھیہ پردیش کے ایک عظیم اجلاس کے موقعہ پر جس میں مقرر خصوصی حضرت مولانا سید محمد ہاشمی میاں صاحب کچھوچھوی تھے۔اور اہل سنت و جماعت کے بعض مقتدر علماء کرام بھی اسٹیج پر موجود تھے پہلی بار ٹی وی کا استعمال کیا گیا یا یوں کہا جائے کہ کسی مذہبی جلسہ میں وہاں پہلی بار ٹی وی کا افتتاح اودگھاٹن ہوا اور اس طرح مجمع اور ان علمائے کرام کی پردۂ سیمیں پر رونمائی عمل میں آئی جو اس وقت موجود تھے اس منظر کو دیکھکر بعض حساس طبع محتاط علماء وعوام وہاں سے اٹھکر چلے گئے اس سے لوگوں میں خلف شار پیدا ہو گیا چہ می گوئیاں شروع ہو گئیں بعض کہتے تھے یہ تصویر کشی ہے جو حرام ہے اور بعض کا کہنا تھا کہ اگر ایسا تھا تو علماء کرام کیوں خاموش رہے انہوں نے کیوں نہ روکا اور اسکے بعد ہی علماء ومفتیان کرام سے سوالات کا سلسلہ شروع ہو گیا ابھی یہ اختلاف چل ہی رہا تھا کہ یہ دھماکہ خیز خبر سننے میں آئی کہ حضرت مولانا سید محمد مدنی صاحب نے احمد آباد سے ویڈیو کے جواز کا فتویٰ صادر فرمادیا ہے۔اسی دوران محبّ گرامی حضرت مولانا معظر علی صاحب خطیب راجم مدھیہ پردیش نے بتایا کہ مولانا مدنی صاحب کو استفسار کیلئے دستی خط بھیجا گیا ہے۔چنانچہ چند دن بعد جواب آگیا

اور ساتھ ہی حضرت مدنی میاں صاحب کا وہ فتویٰ بھی آیا جو معلوم ہوا ہے کہ اب پوسٹر کی شکل میں شائع ہو چکا ہے اور استقامت ڈائجسٹ کانپور ماہ مارچ ۱۹۸۵ء ماہنامہ سنی دنیا بریلی ماہ فروری ۸۵ء نے بھی اسے شائع کیا ہے۔ اور اسکے ساتھ ہی اسی ماہنامہ میں اس پر قائم کردہ قائم مقام و جانشین مفتی اعظم ہند مولانا مولوی مفتی اختر رضا خاں ازہری سلمہ کے پچیس سوالات شائع ہوئے ہیں۔ جنکے جوابات کا انتظار ہے۔ اس طرح یہ مسئلہ اب علماء کے درمیان مختلف فیہ بن گیا ہے۔ کچھ علماء نے حضرت مولانا سید مدنی صاحب مدظلہ الاقدس کے فتویٰ کی تائید و توثیق کی ہے اور کچھ مولانا ازہری صاحب کے سوالات کو سراہ رہے ہیں اور اسطرح گویا علمی بحث شروع ہو چکی ہے ۔ہم اس پر رائے زنی کی ضرورت نہیں سمجھتے فتوی اور اس پر پیش آمدہ سوالات کو ناظرین مذکورہ رسائل میں دیکھکر خود فتویٰ اور اسکے دلائل نیز اس پر سوالات اور انکے وزن کو معلوم کرلیں گے۔

ہم تو اس وقت صرف ان حالات کا جائزہ لینگے جو اس فتوی کے بعد رونما ہوئے اور ہو رہے ہیں اور ان اثرات پر روشنی ڈالیں گے جو عوام الناس کے ذہن و دماغ پر اس فتوی سے مرتب ہوئے اور ہو رہے ہیں۔ نیز شاہزادۂ گرامی حضرت مولانا مدنی صاحب کی خدمت میں مؤدبانہ گزارش کرینگے کہ کاش وقت کے اس نازک مسئلہ پر قلم اٹھانے سے پہلے اسکی نزاکت کا آں محترم نے بنظر عمیق

اندازہ لگایا ہوتا اسکے عواقب ونتائج پر غور فرمایا ہوتا۔گردوپیش پر نگاہ ڈالی ہوتی کہ مسلمان جسکی بدعملی اور بے راہ روی اس سلسلہ میں بھی نقطۂ عروج کو پہونچ چکی ہے۔جو پہلے ہی سے آلات لہو ولعب کہ انہیں میں سے ٹی وی اور ویڈیو بھی ہے گانے بجانے کا اس بری طرح دل دادہ وشائق ہو چکا ہے بلکہ اسکا یہ شوق جنوں کی حدتک بڑھ چکا ہے اسکی کوئی تقریب مکمل ہی نہیں ہوتی جبتک کہ گانا بجانا اور رکارڈنگ نہ ہو شادی بیاہ کی بات تو جانے دیجئے بچہ کا ختنہ ہو یا بیٹے بیٹی کی منگنی محفل میلاد ہو یا میت کے چہلم کا پروگرام سب میں رکارڈنگ کا ہونا اور جن گھروں میں ٹی وی نصب ہے وہاں اسکے پروگرام دکھائے جانا ضروری ہے ٹی وی کی لعنت گھر گھر پہونچ چکی ہے غریب سے غریب آدمی بھی اپنے گھر میں اسکے لگانے کا آرزو مند ہے اور عوام ہی نہیں بلکہ بعض خواص کہے جانے والے بھی اسکے شائق ہیں۔اور بہت سے اس لعنت میں مبتلا ہو چکے ہیں۔العیاذ باللہ یہی حال تصویر اور فوٹو کا ہے کہ پہلے اگر صرف کالج اور اسکولوں کے پڑھے ہوئے روشن دماغ اس طرف مائل تھے تو اب انکی دیکھا دیکھی عوام اور ان پڑھ جاہلوں کی اکثریت بھی اسمیں بری طرح مبتلا ہو چکی ہے اب تو گھر ہو یا دکان اسکی زینت تصویروں اور فوٹوؤں سے کی جاتی ہے۔گھروں میں فلمی ایکٹروں اور ایکٹرنیوں کے فوٹوؤں سے لیکر گھر کے تمام افراد زندہ ومردہ مرد عورتوں اور بچوں

کے فوٹو آویزاں نظر آتے ہیں۔بعض شائقین کا تو یہ حال ہے کہ انکے شوروم میں قدم رکھنے کے بعد نگار خانہ مصور یا پرستان کا شبہ ہونے لگتا ہے۔بچپن کا فوٹو الگ ہے نوجوانی کا جوانی کا نکاح خوانی کا الگ دولہا دولہن براتیوں کا عورتوں کا مردوں کا بچوں کا بڑھاپے کا اور بعض سرپھرے تو مرنے کے بعد بھی نہیں چھوڑتے۔میت کو غسل دئے جانے کا جنازہ اٹھتے وقت کا جنازہ لے جاتے وقت کا قبر میں میت کو اتارنے کا گویا قبر کی منزل تک کیمرہ کے ذریعہ مردہ کا تعاقب کیا جاتا ہے۔بس اتنی کسر رہ گئی ہے کہ سوالات منکر نکیر اور ثواب وعذاب قبر کا منظر بھی تصویروں کے ذریعہ دکھایا جاتا مگر یہ ان ظالموں کی بس کی بات نہیں ورنہ یہ بھی ہو جاتا۔پناہ بخدا۔

عام لوگوں کے فوٹو فریم کرکے درو دیوار کی زینت بنائے جاتے یا البم میں محفوظ رکھے جاتے ہیں۔تو بزرگوں پیروں اور بابا کے فوٹو اور تصویریں حصول برکت کے خیال سے دوکانوں اور گھروں میں آویزاں کئے جاتے ہیں۔اور نہ صرف یہ کہ آویزاں کئے جاتے ہیں بلکہ ان پر اگربتیاں سلگائی جاتی ہیں ہار پھول پہنائے جاتے ہیں اب ان نادانوں کو کون بتائے کہ یہی تو بت پرستی کی ابتدائی شکل تھی۔اور حال یہی رہا تو آگے چل کر یہی بات پھر بت پرستی کا پیش خیمہ ثابت ہو سکتی ہے۔

ابھی جبکہ اہل علم موجود ہیں اور عوام میں اس مسئلہ کے جاننے

والے بھی ہیں جب تو یہ حال ہے آگے چلکر جبکہ یکے بعد دیگرے علماء اٹھتے جائیں گے اور ان مسائل سے واقف کار مسلمان بھی نہ رہینگے اور مسلمانوں کی آئیندہ نسلیں حالات کے پیش نظر جنکے ذہن و دماغ مذہب اور مذہبیات سے بالکل عاری ہوں گے کیا اس وقت اس بات کا قوی امکان نہیں ہے کہ انمیں تصویروں کی پرستش شروع ہو جائے اور پھر لوگ انکی پوجا پاٹ کرنے لگیں۔ تصویر کشی کے بڑھتے ہوئے رجحانات اور فوٹوں کا یہ ادب واحترام اس بات کی واضح نشان دہی کرتا ہے کہ مستقبل قریب میں خدا نہ کردہ یہی ہوگا سوچنے کی بات ہے کہ اسلام جو تصویر پرستی کو مٹانے آیا ہے تصویر کشی کی اجازت کیونکر دیگا اسلئے تو سرکار دو عالم ﷺ نے تصویر کھیچنے اور کھیچوانے والوں دونوں کو جہنمی بتایا ہے ایسے پرآشوب ماحول میں ضرورت تو اس بات کی تھی کہ تصویر کشی اور فوٹو کے رکھنے سے باز رہنے کی مسلمانوں کو سختی سے ہدایت کی جاتی تقریر وتحریر کے ذریعہ انکے مفاسد سے آگاہ کیا جاتا نہ کہ اس فراخدلی سے ٹی وی اور ویڈیو کے استعمال کی اجازت دیدینا (اگرچہ مشروط سہی) نہتوں کو ہتھیار دینے کے مترادف ہے۔ جبکہ فی نفسہ ابھی انکے استعمال کا جواز ہی محل نظر اور علماء کے مابین مختلف فیہ ہے۔ اسلئے کہ اگر حضرت مولانا مدنی صاحب نے اسے جائز قرار دیا ہے تو علامہ ازہری نے عدم جواز کا فتوی دیا ہے۔ حضرت علامہ سید مدنی صاحب نے لکھا ہے کہ اسمیں

تصویر نہیں ہوتی اور قائممقام مفتی اعظم نے ثابت کیا ہے کہ یہ تصویر کشی ہے جیسا کہ انکے فتوؤں سے ظاہر ہے۔

پھر عوام جو ہر شئی کو بادی النظر میں دیکھنے کی عادی ہیں وہ مولانا سید مدنی صاحب کی اس تحقیق اور عرق ریزی کو کیا جانیں کہ اسمیں باریک ریز ہوتی ہیں جو غیر مرئی ہوتی ہیں وغیرہ وغیرہ۔ وہ تو سیدھے سے یہی سمجھیں گے اور سمجھ رہے ہیں یہی کہیں گے اور کہہ رہے ہیں کہ مولانا سید مدنی میاں صاحب نے فوٹو کو جائز کر دیا ہے۔ معاذ اللہ

چنانچہ ابھی غالباً مولانا کا یہ فتوی رائے پور پہونچ بھی نہیں پایا تھا کہ خود راقم الحروف کو راجنا ندگاؤں مدھیہ پردیش میں کسی نے بتایا کہ مولانا کے ایک بہت مخلص نے جسکی حیثیت نادان دوست سے زیادہ نہیں۔ اور جسے یہ شعور بھی نہیں کہ ایسی بات کہنا خود حضرت کے دامن اقدس پر کیچڑ اچھالنا ہے کہا کہ مولانا مدنی میاں صاحب نے فوٹو کو جائز کر دیا ہے معاذ اللہ من ذالک۔

اب سوچئے اور غور کیجئے کہ وہی بات جسے جہلا اور عوام الناس ابتک اگرچہ کرر ہے تھے مگر ناجائز اور حرام جانکر کر رہے تھے اور اب اس فتوے کے بعد اسی کو جائز اور حلال جانکر کریں گے۔ ابتک اسکے کرنے میں لوگ کچھ جھجک اور ہچکچاہٹ محسوس کرتے تھے تو اب بلا جھجک سینہ ٹھوک کر کرینگے چنانچہ یہ بات بھی ایک لطیفہ سے کم نہیں کہ

کانکیر جہاں فقیر ایک عرصہ سے مقیم ہے تصویروں اور فوٹوؤں کے بارے میں گاہے بگاہے لوگوں کو بتاتا رہا ہے کہ انکے رکھنے سے گھروں میں بے برکتی ہوتی ہے سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا ہے کہ جس گھر میں کتا یا جاندار کی تصویر ہوتی ہے اسمیں رحمت کے فرشتے نہیں آتے ہیں اور حضرت مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ جو یہاں کئی بار تشریف لا چکے ہیں انکا یہ عمل بھی لوگوں کے ذہن و دماغ میں محفوظ ہے کہ حضرت جس مکان میں یا کمرہ میں داخل ہوتے تو پہلے دیواروں پر نگاہ ڈالتے اگر فوٹو لگا ہوتا تو فوراً پلٹ آتے یا اپنی عادت کے مطابق لاحول اور ہزار بار لاحول فرماتے لوگ سمجھ جاتے اور فوراً تصویر نکلوائی جاتی یا اسے پلٹ دیا جاتا۔ اسکا اثر تھا کہ وہاں دکانوں میں فوٹو اور تصویریں دیکھنے میں نہیں آتے بھلے ہی گھر کے گوشوں میں کہیں لگا رکھی ہوں لیکن اس فتوی کے صادر ہونے کے چند دن بعد ہی سننے میں آیا کہ فلاں صاحب کی دکان میں حضرت مولانا سید مدنی میاں صاحب کا فوٹو لگا ہے چنانچہ فقیر اسی غرض سے اس دوکان میں گیا تو آنکھوں نے وہی دیکھا جو کانوں نے سنا تھا۔ کہ مولانا موصوف کی ایک نمایاں تصویر لگی ہوئی تھی جسمیں سامنے مائک رکھا ہوا نظر آرہا تھا۔ اور اسکے برابر کسی دوسرے بزرگ کا فوٹو بھی تھا جسکے متعلق معلوم ہوا کہ یہ بھی حضرت ہی کے خاندان کے کوئی بزرگ ہیں۔

مقصد لکھنے کا یہ ہے کہ وہ لوگ جو ابتک اس سے احتراز کرتے تھے چاہے طوعاً وکرہاً ہی سہی اب وہ بھی برملا اسے کریں گے اور پورے شد ومد سے کریں گے اسلیئے کہ انہیں فتوی کا سہارا مل گیا ہے۔ اب لاکھ انہیں سمجھاتے رہیئے کہ حضرت کا مقصد یہ ہرگز نہیں ہے مگر وہ ایک نہ سنیں گے اسلیئے کہ وہ تو اسے اپنی نادانی کیوجہ سے اپنی خواہش اور دلچسپی کے عین مطابق سمجھ رہے ہیں۔ جیسا کہ اوپر لکھا جا چکا ہے۔ رہی حضرت مولانا کی یہ بات کہ ویڈیو کے ذریعہ خالص دینی مذہبی علمی اخلاقی پروگراموں کو گھر گھر پہونچا کر الخ اسکی حیثیت بھی ایک امید موہوم سے زیادہ نہیں۔

عمر بھر بر نہ آئے جو آرزو
عمر بھر اسکی آرزو کیجئے

اسلیئے کہ آج کے دور پرفتن اور آزادانہ ماحول میں جبکہ تقریباً نوے فیصد مسلمانوں کی (جنمیں مردوں کے ساتھ عورتیں اور بچے بھی برابر کے شریک ہیں) آنکھیں اور کان فحش دیکھنے اور فحش کلام سننے کے عادی ہو چکے ہیں۔ سینما بینی جنکی عادت ثانیہ بن چکی ہے۔ ناٹک اور بیہودہ ڈراموں کے ہنگاموں سے جنہیں فرصت ہی نہیں ہے گانے بجانے کی محفلوں میں شرکت جنکی زندگی کا بہترین مشغلہ ہو باجوں تاشوں کی جھنکار ہی جنکے لئے باعث لطف ولذت اور تسکین قلب ونظر ہو۔ ان سے اس طرح کی کیا توقع کی جا سکتی

ہے۔ ہاں مولانا کی تحریر کردہ الفاظ بطور کرامت انکے دلوں میں اتر جائیں اور وہ اس پر عمل شروع کردیں تو یہ اور بات ہے حقیقت تو یہ کہ ٹی۔ وی اور ویڈیو فتنہائے روزگار ہیں یہ وقت کے دو عظیم فتنے ہیں یا شیطانی چرخوں میں سے دو چرخے کہ جن کے ذریعہ سینما کی تمام تر خرابیاں۔ بدکاریاں وفواحش بیہودہ اور مخرب اخلاق گانے ایکٹروں اور ایکٹرنیوں کے عریاں ڈانس غرضیکہ وہ سب کچھ جو ابتک سینما گھروں کی چار دیواریوں تک محدود تھا اسے ٹی وی اور ویڈیو کے ذریعہ گھر گھر پہونچایا جارہا ہے گلی درگلی اور چوراہوں پر دکھایا جارہا ہے اور اسطرح خدا کے پیارے محبوب دانائے غیوب حضور احمد مجتبےٰ محمد مصطفےٰ ﷺ کی وہ پیشین گوئی پوری ہورہی ہے۔ کہ قرب قیامت میں گانے بجانے کی کثرت ہوگی۔ مسلمانوں کو ان تمام لعنتوں سے دور ونفور رہنا چاہیئے اور ہمارے علماء کرام کو اسکی روک تھام کیلئے حتی المقدور کوشش کرنی چاہیئے۔

آخر میں علماء اہلسنت سے بصد ادب عرض کروں گا یہ تو دور ترقی ہے آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا۔ ابھی نہ جانے کتنی کتنی نئی ایجادیں ہوں گی جن سے نئے نئے مسائل ابھر کر سامنے آئیں گے علماء کرام اگر ایسے ہی انکے جواز وعدم جواز میں الجھتے رہیں گے تو یہ مسائل بازیچہ اطفال بنکر رہ جائیں گے اور نتیجہ کچھ نہ نکلے گا۔ سوائے اسکے کہ علماء کی مضحکہ خیزی ہوگی اور عوام حرام اور ناجائز کاموں کے

کرنے میں بیباک اور جری ہوتے جائیں گے۔اسلئے کسی عالم دین کا ادنیٰ تسامح اور معمولی بھول پوری قوم کو ورطئہ ہلاکت میں ڈالتی ہے۔حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالی عنہ نے کسی بچے کو کیچڑ میں چلتے دیکھا تو فرمایا کہ سنبھل کر چلو کہیں ایسا نہ ہو کہ پھسل جاؤ اس بچہ نے برجستہ کہا کہ میرے پھسلنے سے تو صرف میرے ہی کپڑے خراب ہونگے لیکن حضرت آپ خیال رکھیں کہ آپکا قدم نہ پھسلے اسلئے کہ آپ پھسل گئے تو ساری قوم پھسل جائے گی۔

لہذا ان مسائل پر بہت سوچ سمجھکر قلم اٹھانے کی ضرورت ہے اسلئے کہ افسوس نہ تو اب اکابر میں کوئی ایسی شخصیت موجود ہے جسکا فیصلہ سکے لئے حرف آخر کی حیثیت رکھتا ہو اور سب کے نزدیک قابل قبول ہو اور نہ ہی قبولیت حق کا وہ جذبہ فراواں ان علماء کے دلوں میں موجود تھا کہ اپنے ہی فیصلہ کے خلاف اگر کسی دوسرے عالم دین کا فیصلہ نظر آیا جو حق سے زیادہ قریب تھا تو اپنی شہرت وعظمت کا خیال کئے بغیر اسے بطیّب خاطر قبول کر لیا اور اپنے قول سے رجوع فرما لیا۔اب امام اہلسنت اعلی حضرت کا دور نہیں کہ حضرت مولانا مولوی مفتی سید ارشاد حسین رامپوری نے کوئی فتویٰ صادر فرمایا جس پر اس وقت کے چند مشاہیر علماء نے بطور تصدیق دستخط بھی ثبت فرما دیئے تھے۔اور جب وہ اعلی حضرت کی بارگاہ میں پیش ہوا تو آپ نے اسکے خلاف فتویٰ دیا اور جب یہ فتویٰ بریلی سے رامپور پہونچا اور اس

وقت کے نواب رامپور کے سامنے پیش ہوا اور نواب نے حضرت مولانا مفتی ارشاد حسین سے اسکے بارے میں دریافت فرمایا تو مولانا نے اعلیٰ حضرت کے فتویٰ کو ملاحظہ فرما کر باآں سیادت وعظمت وشہرت ووقار علمی پورے انشراح صدر کیساتھ ارشاد فرمایا کہ فتویٰ یہی صحیح ہے جو بریلی سے آیا ہے اور جب نواب صاحب نے یہ کہا کہ آپ کے فتویٰ کی تو ہندوستان کے بڑے بڑے دوسرے علماء نے تصدیق کی ہے تو یہ کہہ کر بات ختم فرمادی کہ ان حضرات نے میرے اعتماد پر ایسا کیا ہے۔

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

گرد رہ مصطفےٰ

سبطین رضا بریلوی غفرلہ القوی

موجودہ دور میں صحیح عقائد اسلامیہ کا علم مولانا احمد رضا خاں صاحب کی کتب کے بغیر ممکن نہیں۔

(سید شاہ شمس عالم حسینی رائچور کرناٹک)

غلط روی سے منازل کا بعد بڑھتا ہے
مسافروں روش کارواں بدل ڈالو
جگا جگا کے تمہیں تھک چکے ہیں ہنگامے
نشاط ولذت خواب گراں بدل ڈالو

لاؤڈاسپیکر

حضور امین شریعت حضرت علامہ
سبطین رضا خاں
صاحب بریلوی

ایک نیا شگوفہ اور کھلا لاؤڈ اسپیکر پر کھلے عام نماز کو جائز کرنے والے

علماء کی خدمات میں چند معروضات اور چند استفسارات

چھوٹا منھ بڑی بات ہوگی اگر فقیر یہ کہے کہ آج ہمارے بعض علماء اصل مسائل سے ہٹکر فروعی مسائل میں الجھ کر رہ گئے ہے۔اس دور پر فتن میں جبکہ ہر طرف سے اسلام پر یلغار ہو رہی ہے۔اسلام اور مسلمانوں کو صفحہ ہستی سے مٹانے کیلئے طرح طرح کی سازش رچی جا رہی ہے۔اسلام اور اسلامیات پر پے در پے حملے ہو رہے بدعملی بد عقیدگی کا سیلاب بڑھتا جا رہا ہے مسلمانوں کی صورت سیرت بگڑتی جا رہی ہے ایسے میں ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ تمام سنی علماء ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو کر قوم کی صلاح وفلاح کیلئے انتھک کوشش کرتے رفتار زمانہ کو سمجھتے گرد وپیش کے ماحول پر نگاہ رکھتے ہوئے شرعی احکام جاری فرماتے یہ سب کچھ نہ کرکے آپس میں دست و گریباں ہوئے اور ہوتے جا رہے ہے پھر عوام کی شکایت کیا جبکہ خواص ہی اس سطح پر آگئے یوں کہا جائے تو غلط نہ ہوگا کہ اخلاقیات کا درس دینے والے معاذ اللہ خود بھی بداخلاقیوں کے شکار ہو گئے۔الا ماشاء اللہ۔ابھی ٹی وی ویڈیوں کے جواز و عدم جواز کا مسئلہ طے نہیں ہو پایا تھا جسنے دنیائے سنیت میں افتراق و انشقاق کی منحوس لہر دوڑا دی۔اپنے

پرائے ہوگئے وہ سنی مسلمان جو آپس میں شیر وشکر تھے ایک دوسرے
کے خون کے پیاسے ہوگئے نفرت و بیزاری کی ایسی خلیج پیدا کردی گئی
جواب پائے نہیں پائی جاسکتی۔ چھوٹوں سے چلکر بڑوں تک زندوں
سے لیکر مردوں تک بات جا پہونچی۔ جسکے نتیجے میں وہ سب کچھ ہوگیا
جو نہ ہونا تھا عیاں راچہ بیاں۔ لوگ ذاتیات پر اتر آئے حسب ونسب
پر حملے ہوئے نجی گھریلو اور گھناؤنی باتیں منصۂ شہود پر آگئی۔ چھوٹے
بڑوں کے منھ آنے لگے اصاغر اکابر کی غلطیاں کھوجنے میں لگ گئے
زبان وقلم کی وہ جنگ چھڑی جو ختم ہونے میں نہیں آتی۔ کاش شروع
ہی میں اس پر غور کرلیا جاتا اور صلح کی کوئی راہ نکال لی جاتی تو آج یہ
روز بد دیکھنا نہ پڑتا۔
اسکے کچھ دن بعد ہی اللہ میاں والا مسئلہ اٹھا جو بیس پچیس سال پہلے
سامنے آیا تھا اس پر حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ نے عدم جواز کا حکم
صادر فرمایا اسکے بعد سے خاموشی تھی۔ کہ اچانک پھر سے اٹھا اور اٹھتا
چلا گیا اور اسنے بھی خلیج کی جنگ کی صورت اختیار کرلی کہ جس طرح
امریکہ کی جانب سے بغداد مقدس پر بمباٹ ہوتا رہا اور وقتاً فوقتاً
آج بھی ہورہا ہے ایسے ہی امریکن دماغ رکھنے والے مولوی صاب
نے بریلی شریف جسے بغداد ہند کہا جائے تو غلط نہ ہوگا اس پر اور وہاں
کے علماء بالخصوص امام اہل سنت اعلی حضرت اور انکے شہزادہ گرامی
قدر حضور مفتی اعظم ہند کے ذات والا صفات پر زبان وقلم سے

گالیوں کے ایٹم بم برسانے شروع کر دیئے اپنے زعم باطل میں یہ سمجھا کہ اس طرح بریلی شریف کی مرکزیت کو ملیامیٹ کر دوں گا لیکن بیچارا مصیبت کا مارا یہ بھول گیا کہ اگر بغداد مقدس میں خود شہنشاہ بغداد آرام فرما ہے تو بریلی میں انکا ایک پہرے دار سو رہا ہے۔ جسکا کہنا ہے۔

تجھ سے دردر سے سگ سگ سے ہے مجھکو نسبت
میری گردن میں بھی ہے دور کا ڈورا تیرا

اس پہریدار کا صدقہ ہے کہ جس طرح امریکہ کے بمباٹ سے بغداد مقدس پر نہ کل کوئی آنچ آئی نہ آج اسی طرح بغدادالہند (بریلی شریف) کی مرکزیت کو نہ پہلے کوئی نقصان پہونچا سکا نہ آج بلکہ بقول شاعر۔

سب ان سے جلنے والوں کے گل ہو گئے چراغ
احمد رضا کی شمع فروزاں ہے آج بھی
رہے گا صدا انکا چرچہ رہے گا
پڑے خاک ہو جائے جل جانے والے

ابھی اس جنگ کی آگ سرد نہ ہونے پائی تھی کہ سننے میں آیا کہ جمشید پور ٹاٹانگر علامہ ارشد القادری کے دارالاہتمام مدرسہ فیض العلوم میں کوئی خصوصی مٹنگ ہوئی ہے جس میں علامہ کے علاوہ اور علماء بھی شریک تھے سبکے نام تو معلوم نہ ہو سکے البتہ مفتی نظام الدین صاحب

اشرفیہ مبارک پور اور قاری فضل حق صاحب کے متعلق معلوم ہوا کہ یہ دونوں حضرات موجود تھے (دروغ بر گردن راوی) اس مٹنگ میں لاؤڈ اسپیکر پر نماز جائز قرار دے دیا گیا ہے۔ حالانکہ یہ مسئلہ بھی برسہا برس پہلے سامنے آیا تھا اور اس وقت کے تمام اکابر علماء باالخصوص حضرت مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ، محدث اعظم ہند، محدث اعظم پاکستان حضرت مولانا سردار احمد خاں صاحب، مولانا ابو البرکات صاحب، شیر بیشہ اہل سنت و مولانا اجمل صاحب محدث امروہہ، مولانا محمد خلیل صاحب کاظمی وغیرہم علیہم الرحمۃ والرضوان ہند و پاک کے مشاہیر علماء نے فتاوی تحریر فرمائے جسمیں کسی نے لکھا کہ اسکی آواز پر اقتداء درست نہیں کسی نے لکھا کہ لاؤڈ اسپیکر پر نماز شرعا درست نہیں محدث اعظم پاکستان نے تحریر فرمایا کہ نماز پڑھتے وقت امام کو لاؤڈ اسپیکر کا استعمال شدید ممنوع ہے۔ حضرت مولانا ابو البرکات نے تحریر فرمایا کہ لاؤڈ اسپیکر پر نماز میں اقتداء ناجائز ہے بلکہ جن نمازیوں کو آواز نہیں پہونچتی اور وہ لاؤڈ اسپیکر کی آواز سنکر رکوع و سجود کرتے ہے انکی نماز فاسد کالعدم ہوگی۔ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب کاظمی امروہی تحریر فرماتے ہے کہ نماز میں لاؤڈ اسپیکر کا استعمال خلاف سنت بدعت ہے۔ یہ تو اکابر علماء کے فتاوے کے چند اقتباسات ہے تفصیلات دیکھنا ہو تو ماہنامہ اعلی حضرت سال رواں کے فروری و مارچ ۲۰۰۱ء دونوں رسالہ دیکھے۔ جسمیں حضرت مولانا محمد حسن صاحب

نے اس فتاوی کو شائع کیا ہے۔اور انکے علاوہ کئی ایک کتابیں اور رسائل بھی شائع ہو گئے جو پڑھے جا سکتے ہے۔اسکے باوجود ان تمام اکابرین کے فتاوے کو نظر انداز کر کے موجودہ دور کے چند علماء کا لاؤڈ اسپیکر پر نماز کے جواز کا قول کرنا اور پھر سے اس مسئلہ کو چھیڑنا کیا معنی رکھتا ہے۔یا یہ کہا جائے کہ یہ مذکورہ مفتیان کرام علمائے ذوی الاحترام فقہائے محدثین چونکہ اللہ کو پیارے ہو چکے ہے اسلئے انکے فتاوے بھی اللہ کو پیارے اور نا قابل عمل ہو گئے۔ (پناہ بخدا)

یہ تو روافض کا مسئلہ ہے اور بفرض محال اسکو تسلیم بھی کر لیا جائے تو پھر تو ایمان سے اطمینان اٹھ جائے گا اور سارا فقہی نظام درہم برہم ہو جائے گا بات بہت دور تک جا پہونچے گی کہ تمام متقدمین ومتاخرین اولیاء علماء صلحاء کے ارشادات وفرمودات سب نا قابل عمل قرار پائے نگے کہ وہ اللہ کو پیارے ہو گئے تو انکی تعلیمات بھی اللہ کو پیاری ہو گئی اب نیا دور ہے نیا زمانہ ہے نئے نئے علماء ہے نئے نئے فتوی جاری ہو نگے مانا کہ فاتح جمشید پور علامہ ارشد القادری اپنی جماعت ایک بہت ہی ہوش مند اور صاحب فہم و تدبر عالم ہے رئیس التحریر قلم کے بادشاہ میدان مناظرہ کے ایک اچھے شہسوار خطباء کی جماعت میں ایک بہترین خطیب درس و تدریس کے ماہر (رب تبارک وتعالی انکی عمر میں برکت عطا فرمائے آمین) لیکن معاف کیجیے وہ تو اب عمر کی اس منزل میں پہونچ چکے ہے جسمیں پہونچ کر قوت

حافظہ جواب دے دیتی ہے آدمی پر سہو ونسیان کا غلبہ ہو جاتا ہے اور صحیح فیصلہ نہیں کر پاتا مگر کیا ہو گیا ان جوان و نوجوان علماء کو کہ جو مٹنگ میں شریک تھے اور انہوں نے بغیر سوچے سمجھے محض علامہ صاحب کی شخصیت سے مرعوب ہو کر غالباً انکی ہاں میں ہاں ملائی مسئلے کی نزاکت پر مطلقاً غور نہ کیا نہ اسکے بعد پیش آنے والے حالات کا جائزہ لیا کہ اس سے کتنے مفاسد کے دروازے کھلے نگے شو پسند آزاد خیال مسلمان کی جنمیں اکثریت بے نمازیوں کی ہے جمعہ جمعہ مسجد میں جاتے ہے جو نماز کی حقیقت سے واقف نہیں انکی تو بن آئی لیکن پنجوقتہ نماز پڑھنے والوں کے لئے مصیبت کا سامنا ہے جو جماعت کے پابند ہے اور نماز کی اہمیت کو سمجھتے ہے وہ کس طرح اس فریضہ کو ادا کرے اسطرح ایک نئی جنگ کا آغاز ہوگا اور میدان جنگ مساجد قرار پائے نگے کہ جہاں بلند آواز سے بولنا اور دنیاوی باتیں کرنا منع ہے۔اور اعمال خیر کو غارت کرنا ہے۔ ہر مسجد میں کچھ اسکی حمایت کرینگے اور کچھ مخالفت نتیجہ فتنہ وفساد کی شکل میں ظاہر ہوگا۔اور ہو چکا ہے آپس میں قتل وغارت گری مار دھاڑ ہوگی کچھ اکابرین کے فتوے پر عمل کرنا چاہے نگے اور کچھ کہے نگے یہ بھی تو سنی عالم ہے جنہوں نے اسکو جائز قرار دیا ہے۔ جبکہ کچھ وہابی مولویوں نے بھی عدم جواز کا فتوی دیا غرض کی افراتفری باہمی انتشار تفریق بین المسلمین گروہ بندی یہ سب کچھ ہو کر رہے گا اور یہ ایک نہ ختم ہونے

والی انتہائی بھیانک جنگ ہوگی۔

ابتک جن مساجد میں لاؤڈاسپیکر میں نمازیں ہورہی تھی انمیں بہت سی ایسی مسجدیں ہیں جہاں محض عوام کی ہٹ دھرمی اور انکی اکثریت کے دباؤ میں آکر بادل ناخواستہ مجبوراً ہی لوگ نماز پڑھتے تھے اوراب وہ اسے جائز سمجھ کرادا کرینگے گویا ناجائز کو جائز سمجھنا یہ ایک دوسرا وبال ہوگا۔اور استاذ العلماء حضرت مولانا خلیل احمد صاحب کاظمی محدث امروہا علیہ الرحمہ جنہوں نے نماز میں لاؤڈاسپیکر کے استعمال کوخلاف سنت اور بدعت بتایا ہے۔انکے فتوے کی روسے تو یہ سب بھی بدعتی ٹھریںگےاور۔من سن سنة واحدة و عمل بها فلها اجرها مئة شهيدين ۔کے مصداق ایک مردہ سنت کوزندہ کرنے والے کاثواب سوشہیدوں کے برابر بتایا گیا ہےاور جوسنت بفضلہٖ تعالی ابھی زندہ ہے کہ مساجد میں جمعہ وعیدین کے موقعہ پر مکبرین مقرر کیۓ جاتے ہے وہ سنت ختم ہوجائے گی تواسکا عذاب کتنا اورکس پرہوگا۔لا حول ولا قوة الا بالله العلي العظيم۔

طرفہ تماشہ یہ ہے کہ چند روز بعد ہی مفتی نظام الدین صاحب کا ایک فتوی نظر سے گزرا جسمیں گزشتہ کسی مٹنگ کا جو مبارکپور میں ہوئی تھی ۔لاؤڈ اسپیکر پر نماز کے جواز کا قول کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس مٹنگ میں علامہ ازہری صاحب بھی شریک تھے گویا اپنی تائید میں بلاوجہ انہیں بھی شریک کرلیا جبکہ اسکے بعد ہی ایک ملاقات پر ازہری صاحب سے گفتگوں میں راقم الحروف نے

اسکا تذکرہ کیا تو انہوں نے کہا کہ یہ غلط ہے میں اسکی تردید کروں گا ازہری صاحب کا ایک کیسٹ بھی سننے میں آیا جسمیں دو تین ماہ قبل بریلی ہی کے کچھ نوجوانوں نے بعض مسائل کے بارے میں انٹرویو لیا تھا اور انکے جوابات ٹیپ کرلیا گیا اسمیں ایک سوال لاؤڈ اسپیکر پر نماز کے بارے میں تھا جسکا جواب انہوں نے وہی دیا ہے جو اکابر علماء کا جواب تھا جسے کیسٹ میں سنا جا سکتا ہے۔

غلط روی سے منازل کا بعد بڑھتا ہے
مسافرو روش کارواں بدل ڈالو
جگا جگا کے تمہیں تھک چکے ہیں ہنگامے
نشاط ولذت خواب گراں بدل ڈالو

احقر العباد

سبطین رضا بریلوی غفرلہ

بڑے صاف باطن بڑے پاکباز

ریاض آپکو کچھ ہمیں جانتے ہیں

آئینہ قیامت کے سرقہ کی پراسرار داستان

حضور امین شریعت حضرت علامہ

سبطین رضا خاں

صاحب بریلوی

آئینہ قیامت کے سرقہ کی پراسرار داستان

مفتی فہمی بزعم خود موئرخ اسلام

مفتی شوکت علی فہمی ایڈیٹر ماہنامہ دین دنیا دہلی جو بقلم خود موئرخ اسلام مفسر قرآن ہندوستان کے سب سے بڑے مصنف اہل قلم بلند پایہ صحافی اور نہ جانے کیا کیا ہیں۔ بزعم خود انکی بے نظیر تاریخی کتابوں کے سارے ملک میں دھوم ہے اور انکے مضامین کی ہر دل عزیزی کا یہ عالم ہے کہ اگر کسی اخبار یا رسالہ میں انکا ایک مضمون بھی شائع ہو جاتا ہے تو اسے بہت بڑی اہمیت دی جاتی ہے۔

اور بقول انکے فی الحقیقت دین و دنیا ایک جریدہ ہے جسکا ہم پلہ ہند اور پاکستان میں ایک بھی رسالہ نہیں ہے۔ حوالہ کیلئے دین و دنیا ستمبر ۱۹۵۴ء ملاحظہ ہو جو اسوقت ہمارے ہاتھ میں آ گیا ہے۔

••• دین کے ساتھ دنیا بھی •••

ظاہر ہے کہ اس جریدہ کا ہم پلہ ہند اور پاکستان میں دوسرا رسالہ کیونکر ہو سکتا ہے جبکہ دین کے ساتھ دنیا کو بھی پوری طرح اسمیں سمو دیا گیا ہو اس رسالہ کی سب سے بڑی خوبی تو یہ ہے کہ از اول تا آخر تقریباً تمام صفحات پر جگہ جگہ مذہبی و غیر مذہبی، رہنماؤں مسلم و غیر مسلم، ملکی و غیر ملکی، سیاسی لیڈروں زمانہ ماضی و حال کے سلاطین، بادشاہوں

،مردوں، عورتوں اور بچوں کی تصویریں فوٹو اور فرضی خاکے نظر آئینگے اور کون مسلمان نہیں جانتا کہ تصویر کشی اسلام میں حرام وگناہ کبیرہ ہے اور یہ بات قرین عقل بھی ہے کہ اسلام جو تصویر پرستی کو مٹانے آیا ہے وہ تصویر کشی کی اجازت کیونکر دے سکتا ہے اسی لئے اللہ کے پیارے رسول ﷺ نے فرمایا کہ۔ ان اصحاب ھذہ الصور یعذبون یوم القیامۃ و یقال لھم احیوا ما خلقتم۔ یعنی ان تصویر بنانے والوں کو قیامت کے دن ضرور سزا دی جائے گی اور ان سے کہا جائے گا کہ جو تصویریں تم نے بنائی ہیں انہیں زندہ کرو۔

جب شرعاً تصویر کھینچنے کی اجازت نہیں ہے تو کیا اسکی اشاعت پر کوئی پابندی نہ ہوگی مگر یہ جریدہ جو مفتی مذکور کے الفاظ میں جہاں مسلمانوں کی بہت اہم اور بہت بڑی خدمات انجام دے رہا ہے وہاں برسہا برس سے ایک یہ بہت بڑی خدمت انجام دے رہا ہے کہ جنکی بادشاہوں کو کسی نے خواب میں نہ دیکھا ہوگا وہ سیکڑوں برس گزر جانے کے بعد آج بھی دین دنیا کے صفحات پر کھلی آنکھوں سے دیکھے جاسکتے ہیں۔

●●● دین و دنیا کے ممبران رحمت سے محروم ●●●

علاوہ ازیں سرکار دو عالم ﷺ نے اسی مذکورہ حدیث پاک کے آخر میں فرمایا ہے کہ جس گھر میں تصویریں ہو اسمیں رحمت کے فرشتے نہیں آتے اور دین دنیا کے ایڈیٹر نے گھر بیٹھے ان لوگوں کے گھروں میں

جوانکے رسالہ کے خریدار ہیں تصویروں کے انبار لگادیئے ہیں دوسرے الفاظ میں یوں کہا جائے تو غلط نہ ہوگا کہ ان سب کواللہ کی رحمت سے دور کردیا اور رسالہ کے متعلق یہ لکھ کر کہ جس کا ہر مسلمان کے گھر میں رہنا اشد ضروری ہے اپنے ارادہ کا بھی اظہار فرمایا کہ وہ تمام ہی مسلمانوں کواللہ کی رحمتوں سے دور کردینا چاہتے ہیں پناہ بخدا۔ بھلا بتائیے تو سہی کہ جب اپنے وقت کا اتنا بڑا مفتی ایک مسئلہ شرعی کے بارے میں اتنی آزادروش اختیار کرسکتا ہے اور فوٹو کی لعنت کولعنت ہی نہیں سمجھتا تو پھر عوام اگر تصویر کشی فوٹو کھینچنے کھچوانے اوراسے گھروں کی زینت بنانے کی دلدادہ ہوتواسمیں تعجب کی کیابات ہے۔

●●● مفتی یامفت کے مفتی ●●●

نہیں معلوم کہ آں جناب واقعتاً کسی دارالافتاء کے مفتی ہیں یامفتیوں کے خاندان سے تعلق رکھتے ہیں یا پھر مفت کے مفتی ہیں جسکی غمازی انکا یہ عمل بخوبی کررہا ہے اس موقر جریدے کی بڑی خوبی یہ ہے کہ جسمیں فہمی صاحب کی فہم وفراست کی ناظرین مضمون ہذاکوبھی داد دیناپڑےگی اوروہ یہ ہے کہ رسالہ کوازاول تاآخر پڑھ جائے لیکن خیر سے آپکو یہ نہ معلوم ہوسکےگا کہ اسکا ایڈیٹر کس عقیدہ اور مسلک کا حامی ہے۔

●●● یہ کس عقیدہ ومسلک کے ہیں ●●●

ہم رسالہ دین دنیا کے خریدار تونہیں ہیں لیکن ہمارے بعض احباب جو

فہمی صاحب کے رسالہ کے متعلق خوش فہمی میں مبتلا ہیں اور اسے منگاتے ہیں ان سے لیکر پڑھنے کا اتفاق ہوتا رہا ہے ہماری نظر سے ابتک نہیں گزرا کہ آپنے اپنے عقیدے کا کہیں کھلکر اظہار کیا ہواور اگر ایسا کسی کے نظر سے گزرا ہے تو مہربانی کر کے بتایئے ہم اپنے الفاظ واپس لے لینگے ہم نے تو یہی دیکھا ہے کہ آں جناب لفظ مسلمان سے کہیں آگے نہیں بڑھے اور یہ سب جانتے ہیں کہ قادیانی بھی اپنے آپکو مسلمان کہتے ہیں رافضی بھی مسلمان کہتے ہیں نیچری و غیر مقلد بھی مسلمان ہونے کے دعویدار ہیں اور وہ بھی جو اپنے آپکو سب سے بڑا موحد جانتے اور اپنے علاوہ کسی کو مسلمان ہی نہیں گردانتے اور جو اتفاق سے آپکے دہلی کے قریب و بریلی سے دور اس رسوائے زمانہ بستی میں آباد نہیں بلکہ قید و بند ہیں جسے بریلی کی ضد کہا جائے تو غلط نہ ہوگا بالکل اسطرح جیسے دن کی ضد رات، نور کی ضد ظلمت اور اجالے کی ضد اندھیرا اور پھر ان ضدیوں کا طریقہ کار ہمیشہ سے تقیہ بازی رہا۔

●●● یہ کیسی پالیسی تھی ●●●

جسکا سبق انکے حکیم الامت دوران قیام کانپور بہت پہلے پڑھا گئے ہیں اصل عبارت ملاحظہ ہو میں نے (یعنی اشرفعلی نے) دیکھا کہ وہاں یعنی کانپور میں بدون شرکت ان مجالس میلاد کے کسی طرح قیام ممکن نہیں ذرا انکار کرنے سے وہابی کہہ دیا در پیئے توہین و تذلیل

ہوگئے (پھر کچھ آگے بڑھکر لکھتے ہیں) بہرحال میں نے وہاں بدون شرکت میلاد قیام کرنا قریب بحال دیکھا اور منظور تھا وہاں رہنا کیونکہ منفعت بھی ہے کہ مدرسے سے تنخواہ ملتی ہے۔

(سیف یمانی مرتبہ مولوی منظور سنبھلی دیوبندی ص ۴۳)

••• روپیہ کی لالچ نے سنیوں کوفریب دیا •••

ناظرین نے مطلب سمجھ لیا ہی ہوگا کہ حکیم الامت تنخواہ کے چند ٹکوں کی لالچ میں آکر کافی عرصہ تک سنی بنکر سنیوں کوفریب دیتے اور اپنے عقائد باطلہ پر پردہ ڈالکر اپنے جاننے والوں کو تقیہ بازی کا گُر سکھاتے رہو تو کہیں فہمی صاحب پر بھی انکا چھاپا تو نہیں پڑ گیا جو عقیدہ کی بات ہی نہیں کرتے کہ ایڈیٹر کا عقیدہ ظاہر ہوگیا تو آج جو سیکڑوں سنی مسلمان جو آپکا رسالہ پڑھتے ہیں وہ پڑھنا چھوڑ دینگے پھر تجارت نہ چمکے گی اسے فروغ حاصل نہ ہو سکے گا دوکانداری ٹھپ ہو جائے گی یہ ہے فہمی صاحب کی فہم وفراست کا شاہکار اس مناسبت سے تو آں جناب کو ملک التجار کہنا بہت مناسب ہوگا بہرحال یہ تو انکی باتیں ہیں وہ جانیں آمدم برسر مطلب۔

••• چور •••

ہمیں تو اس بقلم خود بلند پایہ صحافی اہل قلم موئرخ اسلام مفسر قرآن و مفتی ذی احترام کے خدمات والا شان میں کسی شاعر کی زبان میں

اس وقت یہ عرض کرنا ہے۔

بڑے صاف باطن بڑے پاکباز

ریاض آپکو کچھ ہمیں جانتے ہیں

کون نہیں جانتا کہ کسی مصنف کی کتاب کو اگر کوئی دوسرا شخص چھپانا چاہتا ہے تو اسے پہلے مصنف سے باقاعدہ اجازت لینا ہوتی ہے یا حق طباعت خریدنا پڑتا ہے اور اگر مصنف راہئی دار بقاء ہو چکا ہے تو اسکے ورثاء میں اگر کوئی موجود ہے تو اس سے دریافت کرنا پڑتا ہے اور اگر بغیر اجازت کسی کی کتاب چھاپ دی جائے تو اسے ایک مجرمانہ حرکت اخلاقی وقانونی جرم خیانت بد دیانتی ہے وسرقہ کہا جاتا ہے اور ایسے شخص پر قانوناً مقدمہ قائم ہوسکتا ہے نہ معلوم اس بیگانہ روزگار صحافی کو بیٹھے بٹھائے کیا سوجھی کہ ہمارے جد امجد عاشق رسول استاد زمن حضرت مولانا حسن رضا خاں صاحب حسن بریلوی علیہ الرحمہ کی موضوع شہادت پر ایک بلند پایہ اور دل ہلا دینے والی تصنیف آئینہ قیامت کو جو کم وبیش پون صدی قبل لکھی گئی اور کئی بار چھپی ہے نومبر ۶۶ء میں ہم لوگوں کی اطلاع کے بغیر شائع کر دیا۔ یہ ضرور ہے کہ مصنف علیہ الرحمہ کو دنیا سے تشریف لے گئے ہوئے ایک زمانہ گزر چکا ہے لیکن بفضلہٖ تعالی ابھی تو انکی بہترین یادگار میرے والد ماجد حضرت علامہ حسنین رضا خاں صاحب مدظلہ العالی انکے برادرزادہ عمی المحترم شاہزادۂ اعلی حضرت امام اہلسنت علامہ شاہ مصطفےٰ رضا خاں صاحب مفتی اعظم ہند دامت برکاتہم القدسیہ موجود ہیں مولائے کریم

ان بزرگوں کے سایہ عاطفت کوتا دیر قائم رکھے۔آمین (اسوقت یہ ہر دو بزرگ حیات تھے جو اللہ کو پیارے ہو چکے ہیں)انمیں سے کسی سے تو اسکی طباعت کیلئے تو اجازت طلب کی ہوتی لیکن آنجناب نے اسکی ضرورت ہی محسوس نہ کی اور کتاب ہتھیانے کیلئے مصنف کی شان میں چند تعریفی کلمات لکھنے ہی کو کافی سمجھا بھلا کہو کہ وہ عاشق رسول جو عشق رسول کے صدقہ میں دنیا بھر سے داد و تحسین حاصل کر چکا ہے۔اسکی شان اقدس میں آپکے چند تعریفی کلمات نے کون سے چار چاند لگا دیئے مگر اس نازیبا اور رکیک حرکت پر پردہ ڈالنے کے آخر کچھ تو ہونا ہی چاہئے تھا۔ یہ تو ایسا ہی ہوا جیسے کوئی بیوقوف گندگی کو چھپانے کیلئے اس پر پھولوں کی چادر ڈال دے۔

●●● آئینہ قیامت کا دوسرا نام داستان کربلا ●●●

دوسرا سنگین جرم یہ کیا کہ کتاب کا نام بدلکر داستان کربلا رکھ دیا نہ جانے اسکی کیا ضرورت پیش آ گئی جبکہ لفظی و معنوی کی حیثیت سے بھی وہ خوب صورتی اس نام نہیں جو اسکے اصلی نام (آئینہ قیامت میں)ہے۔

●●● فہی کی امیر معاویہ کی شان میں گستاخی ●●●

اور ستم بالائے ستم سب سے تکلیف دہ اور روح فرسا بات جسنے ہمیں قلم اٹھانے پر مجبور کر دیا وہ یہ کہ آنجناب نے کتاب کے شروع میں اپنی قلم کاری کا جونمونہ دکھایا ہے اس مضمون کے اختتام اور کتاب کے

صفحہ نمبر ۲۲ پر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ مذہب کے نام پر عوام کے جذبات کو بھڑکانے میں انہیں کمال حاصل تھا وہ حکومت کی خاطر ہر عیاری ومکاری کو اختیار کر لینا کوئی گناہ نہیں سمجھتے تھے معاذ اللہ۔ ایک جلیل القدر صحابی رسول اور زبردست فقیہ و مجتہد کی شان اقدس میں اس قسم کے نازیبا الفاظ کا استعمال گستاخی ہی نہیں ہے تبرابازی اور کھلی گمراہی ہے اگر میں یوں کہوں کہ کاش اس مفت کے مفتی نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ کی ذات اقدس پر کیچڑ اچھالنے اور آپ پر عیاری ومکاری کا الزام رکھنے سے پہلے اپنی عیاری ومکاری پر نگاہ ڈالی ہوتی۔

●●● چوری اور سینہ زوری ●●●

جسکے نمونے ناظرین اس مضمون میں شروع سے دیکھتے چلے آرہے ہیں اور ملاحظہ ہو عیاری ومکاری بلکہ چوری اور سینہ زوری کی اس سے بہتر مثال اور کیا ہو سکتی ہے کہ خود تو بلا اجازت ہماری کتاب شائع کردی اور اس کتاب کے صفحہ اول پر جملہ حقوق محفوظ کی سرخی قائم کر کے لکھ مارا کہ اس کتاب کی اشاعت اور نقل واخذ کے جملہ حقوق انڈین کاپی رائٹ ایکٹ کے ماتحت مفتی شوکت علی فہمی پروپرائٹ دین دنیا پبلشنگ دہلی محفوظ ہیں۔ یہ لکھکر گویا بیک قلم ہمیں بھی اسکی طباعت کے حق سے محروم کردیا گیا جبکہ حق طباعت ہمارے سوا کسی اور کو نہیں ہے اس سے بڑھکر دھاندلی اور کیا ہوگی شاید ایسے ہی موقعہ

کے لئے کسی نے کہا تھا چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد ۔واہ رے مفتی جسنے تقوی و دیانتداری کا دیوالہ ہی نکال دیا حصول زر کی خاطر عیاری و مکاری کو اختیار کر لینا ہی کوئی گناہ ہی نہیں سمجھا تو اگر چہ میں یہ کہنے میں حق بجانب ہوں گا لیکن میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ مفتی موصوف ذرا اپنے کلیجہ پر ہاتھ رکھکر بتائے کہ میرے یہ جملے انکی طبع نازک پر گراں نہ گزرینگے اور یقیناً گراں گزرینگے۔

●●● امیر معاویہ کا تقدس ●●●

تو پھر ایک صاحب ایمان دنیائے اسلام کی ایک مقتدر شخصیت کاتب وحی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ کے متعلق یہ گھنونا جملہ کیونکر برداشت کرسکتا ہے کہ وہ حکومت کی خاطر ہر عیاری و مکاری کو اختیار کر لینا کوئی گناہ نہیں سمجھتے تھے حالانکہ انکے تقدس و پارسائی کا عالم تو یہ ہے کہ ایک موقعہ پر جب کسی سائل نے حضرت امیر المؤمنین فی الحدیث عبداللہ ابن مبارک سے سوال کیا کہ امیر معاویہ اور عمر ابن عبد العزیز رضی اللہ تعالی عنہما ان دونوں میں کون بہتر ہے تو عبداللہ ابن مبارک نے فرمایا تھا کہ معاویہ کے گھوڑے کی ناک کا غبار جو حضور کے ساتھ جہاد کے موقعہ پر واقع ہوا وہ عمر بن عبدالعزیز سے ہزار گنا اچھا ہے حالانکہ سب جانتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز متقی و پرہیزگار ہی نہیں بلکہ تقوی و پرہیزگاری کا پیکر تھے تو جب حضرت امیر معاویہ کے گھوڑے کی ناک کا غبار ان سے بہتر ہوا تو خود امیر

معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کیا رتبہ ہوگا حضور تو فرمائے کہ اصحابی کالنجوم الخ کہ میرا ہر صحابی اپنی جگہ آسمان ہدایت کا ایک درخشندہ تارا ہے کہ جسکا دامن پکڑلو گے ہدایت کی راہ پالو گے اورآپ انہیں عیار و مکار ٹھرائیں یہ کتنا بڑا ظلم ہے اور کیسی بد عقلی ہے کہ جسکے متعلق یہ کہتے بن پڑتا ہے کہ برائے عقل و دانش بباید گریست۔

●●● اہلسنت کیلئے لمحہ فکریہ ●●●

یہ ایک ایسی مردود و مکروہ بات سخن نا گفتنی ہے جو جمہور اہلسنت اور خود مصنف علیہ الرحمہ کے مسلک کے بھی قطعاً خلاف ہے جسے اگرچہ مفتی شوکت علی فہمی نے لکھا ہے لیکن اس امر کا قوی امکان ہے کہ نا خواندہ لوگ جو محرم کی مجالس میں دوسروں سے اس قسم کے مضامین پڑھوا کر سنتے ہیں یا کم پڑھے لکھے لوگ اس غلط فہمی میں مبتلا ہو جائے کہ چونکہ حضرت مولانا حسن رضا خاں صاحب بریلوی علیہ الرحمہ کی یہ کتاب ہے انہو نے یہ بھی لکھا ہوگا۔

لہٰذا ہم عوام کی آگاہی کیلئے اعلان کرتے ہیں کہ اس عبارت کا اصل کتاب سے کوئی تعلق نہیں ہے یہ ایڈیٹر دین و دنیا کی یاوہ گوئی اختراع و من گھڑت ہے نیز ایڈیٹر سے پرزور مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ جلد از جلد کتاب سے اس گندی اور گھناؤنی عبارت کو قلم زد کریں اور

اپنے رسالہ میں شائع کریں کہ یہ عبارت حضرت مولانا حسن بریلوی کی نہیں ہے ورنہ ہمارے کسی اگلے اقدام کیلئے انہیں تیار رہنا چاہئے کہ جسکی ذمہ داری یہاں سے لیکر میدان قیامت تک ان پر اور صرف ان پر ہوگی۔

(سنی دنیا مولانا حسن رضا بریلوی نمبر اگست ۱۹۹۴ء ص ۶۹)

مسلک اعلیٰ حضرت کے استقلال واستحکام کیلئے جد و جہد کرنا وقت کا عظیم جہاد ہے۔
(پاسبان ملت علامہ مشتاق احمد نظامی)

منتخب کلام حضور امین شریعت نعت پاک

بہار آئی ہے جنت کی مدینے کے بیاباں میں
شہا وہ گل ہو تم جس سے کہ ہے نکہت گلستاں میں

نسیم باغ طیبہ غنچہ دل کو کھلاتی ہے
خوشی کے شادیانے بج رہے ہیں ہر رگ جاں میں

کوئی کیا جانے کیا رفعت ہے تیرے فرق انور کی
قسم وارد ہوئی خاک قدم کی تیرے قرآں میں

از آدم تا بعیسیٰ آپ ہی کی آبیاری ہے
کھلے ہیں پھول رحمت کے نبوت کے گلستاں میں

نہیں ہے قوت پرواز جب روح القدس کو بھی
تو پھر کس کو رسائی ہو تمہارے راز پنہاں میں

ترے کوچے میں مرنا جب حیات جاودانی ہے
میں کیا مجنوں ہوں جو جاں دوں جا کر بیاباں میں

تمنا ہے ترے دربار میں سبطین کی یا رب
کہ اٹھوں حشر کے دن زمرۂ احمد رضا خاں میں

نعت پاک

خلد گلدستہ ہے اک شاہا ترے دربار کا
آفتاب اک زرد پتہ ہے ترے گلزار کا

واہ کیا کہنا ہے جلوہ تیرے پرانوار کا
سوز باں سے مدح خواں ہے گل ترے رخسار کا

ابروئے پرخم بھی کیا ہیں احمد مختار کے
رزم گاہ بدر میں ہیں معرکہ تلوار کا

گنگنانا کروٹیں ہرسو بدلنا بار بار
دید کے قابل ہے نقشہ آپکے بیمار کا

آپکی تحریر میں یا سیدی احمد رضا
خوب جلوہ ہے اشداء علی الکفار کا

دشمنان دین احمد زخم سے اب چور ہیں
وار ایسا سخت ہے شاہا تیری تلوار کا

اے خدا سبطین کو سبطین کا خادم بنا
اور پیکر ذوالفقار حیدر کرار کا

نعت پاک

جس شخص پر نگاہ کرم ہو حضور کی
بارش ہو اس پہ رحمت رب غفور کی

محبوب انس ہی نہیں محبوب کل ہو تم
ہے بے قرار ہجر میں لکڑی کھجور کی

ہے دل میں میرے نقشہ طیبہ کھنچا ہو
خواہش بھلا ہو کیا مجھے حور و قصور کی

ٹھٹکو نہ خوف جرم سے جنت کی راہ لو
آئی صدا یہ شافع یوم النشور کی

ظلمت کا کیوں نشاں ہو شبستان دہر میں
چھٹکی ہوئی ہے چاندنی احمد کے نور کی

سبطین جام عشق محمد پیا کرو (صلی اللہ علیہ وسلم)
تا حشر پھر کمی نہ ہو کیف و سرور کی

نعت پاک

حق تعالیٰ نے انہیں کا بول بالا کر دیا
وصف عالی آپکا اتنا فتحنا کر دیا

ہے زمین و آسماں بھی آپکے زیر نگیں
اک اشارے میں قمر کو بھی دو نیما کر دیا

روئے عالم تاب شاید بے نقاب ہونے کو ہے
چہرۂ خورشید کو بھی جس نے پیلا کر دیا

میں ہوں مسلم ہے بخاری بر زباں مشکوۃ دل
اسم مصباح محمد نے اجالا کر دیا (صلی اللہ علیہ وسلم)

بر سر شمشیر میرے ڈگمگائے تھے قدم
رب سلم کی صدا نے پار بیڑا کر دیا

ہے میری مشکوۃ دل میں انکی رفعت کا چراغ
اے نکیرو! اسنے مرقد میں اجالا کر دیا

صرف انساں کا نہیں محبوب سبکا کر دیا
اور ستون خشک کو بھی ان پہ شیدا کر دیا

حشر میں تھی پر خطر سبطین کی حالت مگر
انکی رحمت نے سر میزاں اشارہ کر دیا

نعت پاک

آستان پہ اگر ناصیہ فرسائی ہو
تب تمنا دل سبطین کی برآئی ہو
خاک دربار محمد کا لگاؤ سرمہ (صلی اللہ علیہ وسلم)
قلب میں نور ہو اور آنکھوں میں بینائی ہو

حشر میں جب کہ ہو دیدار تو میں رقص کروں
میں تماشا بنوں مخلوق تماشائی ہو
رشک عشاق بنوں عشق نبی میں یارب
وہ ہے یکتا تو مجھے عشق میں یکتائی ہو
عیب پوشئ گنہگار ہے عادت انکی
کب وہ چاہینگے مری حشر میں رسوائی ہو
پرچم اسلام کو اس شان کی پنہائی ہو
سارے عالم میں فقط اسکی گھٹا چھائی ہو

کفر کی کوئی بھی طاقت نہیں پھیرے گی اسے
خدمت دیں کیلئے جس نے قسم کھائی ہو
تمہیں غالب تمہیں منصور تمہیں ہو حاکم
شرط یہ ہے تمہیں ایمان میں یکتائی ہو

جبکہ مرقد میں بھی سبطین کے مونس ہونگے
اس کا کیا غم کہ مجھے قبر میں تنہائی ہو

نعت پاک

وہ میرے دل میں ہے قربان ایسی خلوت کے
وہ شمع بزم ہے قربان ایسی جلوت کے

میرے گناہ پہ دامن ہے پردہ پوشی کا
زہے نصیب میرے جرم اور ندامت کے

ملے جو خاک مدینہ کو اپنے چہرے پر
حسیں زمانے کے خواہاں ہوا سکے صورت کے

قمر کو شق کیا خورشید تم نے پھیر دیا
فلک پہ چل گئے سکے تیری حکومت کے

تمہاری عقلوں پہ پتھر گروہ بولہبی
کہ پتھروں نے بھی کلمے پڑھے رسالت کے

کوئی ہے کشت گل زرد پر ہے آس بندھی
کہ جھالے برسینگے اس پر بھی ابر رحمت کے

چلو چلو میری جنت میں رنج و غم کیا ہے
یہ پیارے پیارے ہیں ارشاد شاہ جنت کے

وہ ہاتھ جا کے ید اللہ سے ملے سبطین
جو دست پاک نبی میں ہیں ہاتھ بیعت کے

منقبت در شان مفتی اعظم ہند

مبارک رخصت ہو کے مصطفیٰ سے مصطفیٰ آئے
خدا کا شکر ہے کعبے سے مہمان خدا آئے

ادائے فرض کر کے پھر گئے کعبے کے کعبہ کو
وہاں سے دولت کونین لیکر مرحبا آئے

خدا کے فضل سے ذرے بھی اب پائینگے تابانی
ضیائیں لیکے طیبہ سے ہمارے پیشوا آئے

یہ کیسی رحمتوں کی بدلیاں چھائی زمانے پر
زیارت کر کے شاید مصطفیٰ کی مصطفیٰ آئے

مسرت ہی مسرت ہو رہی ہے اہل سنت کو
ادائے فرض کر کے آج انکے پیشوا آئے

ملوں قدموں سے آنکھیں چشم ایماں کو کروں روشن
مبارک سنیو! ابن شہ احمد رضا آئے

مجھے مشکل ہے اے آقا پہونچنا دشت طیبہ میں
جو تم چاہو تو اے مولیٰ یہ سبطین رضا آئے

نعت پاک

مجھے چشم رضواں ادھر ڈھونڈتی ہے
مدینے کو میری نظر ڈھونڈتی ہے

تمہارے دیاروں کی ہر ایک مسجد
آذاں میں بلالی اثر ڈھونڈتی ہے

میری روح پہونچے یہ طیبہ کو فورًا
یہ جبریل کے بال و پر ڈھونڈتی ہے

میں کیوں ٹھوکریں در بدر کھاؤں جا کر
مری آرزو تیرا در ڈھونڈتی ہے

مسلمان تجھ میں اب ہندی حکومت
علی کا سا قلب و جگر ڈھونڈتی ہے

دم جنگ کہتے تھے سبطین حیدر
مری تیغ کافر کا سر ڈھونڈتی ہے

لطف نماز

اللہ کو پسند ہے عادت نماز کی
محبوب ہے نبی کو جماعت نماز کی

لشکر ہو تم خدا کا جماعت میں آملو
فوجی سلام ہے یہ جماعت نماز کی

ہے انبیاء میں ختم رسل کا جو مرتبہ
ویسی عبادتوں میں عبادت نماز کی

چمکیں گے دست و پائے مصلی بروز حشر
کھل جائیگی سبھی پہ کرامت نماز کی

سجدے میں تھے حسین کہ سر کرلیا جدا
دیگی زمین سجدہ شہادت نماز کی

محشر میں سب سے پہلے جسے پوچھے گا خدا
وہ ہے عبادتوں میں عبادت نماز کی

افسوس تو یہی ہے کہ دنیا بدل گئی
کس کو بتائیں کیا حقیقت نماز کی

سبطین انبیاء ورسل جس قدر ہوئے
کرتے رہے ہیں سب ہی ہدایت نماز

سلام

مصطفٰے جان رحمت پہ لاکھوں سلام
شمع بزم ہدایت پہ لاکھوں سلام

شہر یار ارم تاجدار حرم
نو بہار شفاعت پہ لاکھوں سلام

ہم غریبوں کے آقا پہ بے حد درود
ہم فقیروں کے سرور پہ لاکھوں سلام

جس سہانی گھڑی چمکا طیبہ کا چاند
اس دل افروز ساعت پہ لاکھوں سلام

کاش محشر میں جب انکی آمد ہو اور
بھیجے سب انکی شوکت پہ لاکھوں سلام

مجھ سے خدمت کی قدسی کا ہے ہاں رضا
مصطفٰے جان رحمت پہ لاکھوں سلام

دُعاَ

جن جن حضرات نے اس کارِ خیر میں حصہ لیا ہے

اللہ تعالیٰ انہیں دارین کی نعمتوں سے سرفراز فرمائے

اور بہتر سے بہتر صلہ عطا فرمائے۔

۔آمین۔

امین شریعت اکیڈمی

(رائے پور ۳۶ گڑھ)

حضرت مولانا اشرف رضا صاحب جماعت اہل سنت کے باصلاحیت عالم دین ہیں جن کے سینے میں خدمت دین اور اشاعت دین کے بے پناہ جذبات متلاطم ہیں۔

ان کا یہ شرف سب پر مستزاد ہے کہ حضور امین شریعت سید الکریم شبیہ مفتی اعظم ہند حضرت علامہ اشاہ سبطین رضا خاں دامت برکاتہم العالیہ کے نہایت محبوب خادم ہونے کے ساتھ ساتھ حضور امین شریعت کی خلوت وجلوت کی بہت ساری کرامتوں کے وہ امین بھی ہیں۔

انہوں نے حضور امین شریعت پر بنام ''مضامین امین شریعت'' پہلا تحریری مواد پیش کر کے اہل قلم حضرات کیلئے ماخذ فراہم کر دیا ہے۔ اسکے بعد حضور امین شریعت پر مقالات کی فراہمی اور شایان شان تعارف کیلئے موصوف نقش ثانی کی تیاری بھی فرما رہے ہیں مولیٰ تعالیٰ کام کی تکمیل کے اسباب آسان فرمائے۔

اسکے علاوہ امین شریعت اکیڈمی کے منبر سے دین کے مختلف شعبوں میں کام کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔

جس دن انکا قلم حضور امین شریعت کی ذات گرامی کے حوالے سے اپنا خزانہ صفحۂ قرطاس پر منتقل کرے گا وہ عالم بھی دیدنی ہوگا اور بجا طور پر ہم کہہ سکیں گے کہ

گریۂ شبنم جہاں کل تھا وہیں ہے آج بھی
غنچۂ گل بنکر تبسم سے ہنسی تک آ گیا

دعا گو

شمسی فقیر محمد خالد علی رضوی

امین شریعت اکیڈمی رائے پور ۳۶ گڑھ 09826124459 09837817726